حدِّ رجم

منظوم

www.KitaboSunnat.com

محمد رفیق چودھری

مکہ بکس ۵- بخشی سٹریٹ، بیرون موری دروازہ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

حدِّ رجم

محمد رفیق چودھری

DATA ENTERED

DEPTT OF ISLAMIC STUDIES
14505
No.
23-5-82
P.U. UNIVERSITY LAHORE

www.KitaboSunnat.com

مکّہ بُکس

۵- بخشی سٹریٹ ، اُردُو بازار- لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں

مؤلف : ——— محمد رفیق چودھری

ناشر : ——— مکتبۂ قرآنیات، لاہور

مطبع : ——— ندیم یونس پرنٹرز لاہور

قیمت : ——— ۲۰ روپے

بار اوّل : ——— نومبر ۱۹۸۱ء ——— ایک ہزار

کتابت محمود الحسن منڈی، مریدکے ضلع شیخوپورہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال الله تعالیٰ

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (الحشر)

ترجمہ: رسول جو کچھ تمہیں دے لے لو اور جس چیز سے روکے، رک جاؤ۔ (الحشر)

قال الله تعالیٰ

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ (النساء ۱۱۵)

جو شخص ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی راہ کے سوا کسی اور راہ پر چلے، تو ایسے آدمی کو ہم اس طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرنا چاہتا ہے اور بالآخر اسے جہنم میں ڈال دیں گے جو ایک برا ٹھکانا ہے۔

ISLAMIC ... 14505 ... 23-5-82 ... P.U. UNIVERSITY LAHORE

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ
وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ
وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ○ (الاحزاب ۳۶)

ترجمہ: کسی مومن مرد یا مومنہ عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو اس معاملے میں ان کے لئے کوئی اختیار باقی ہے، اور جو شخص اللہ اور اس کے کی نافرمانی کرے تو وہ کھلی گمراہی میں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ
لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (النحل ۴۴)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کی طرف ذکر یعنی قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں پر وہ چیز واضح کر دیں جو ان کے لئے نازل ہوئی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

تقریظ — مولانا محمد متین ہاشمی — ۹

مقدمہ — ۱۳

باب ۱

اسلامی حدود و تعزیرات کا فلسفہ — ۱۷

● حدِ شرعی کی تعریف — ؍؍

● اسلامی حدود و تعزیرات کا فلسفہ — ۱۸

باب ۲

جرمِ زنا کی شناعت — ۲۳

● زنا مجموعۂ جرائم ہے۔ — ۲۵

● شادی شدہ آدمی کا جرم زنا — ۲۷

باب ۳

قرآنِ حکیم میں جرمِ زنا کی سزا — ۳۱

● محصنات کا مفہوم — ۳۴

● محصنات کے مفہوم کے بارے میں مفسرین کرام کی آراء — ۴۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

• ــــ آیتِ جلد کا حکم ۴۸

• ــــ آیتِ جلد اور مفسرینِ کرام ۴۹

• ــــ قرآنِ حکیم اور قتلِ نفس ۵۸

باب ۴

سُنّت اور سزائے رجم ۷۰

• ــــ قولِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم 〃

• ــــ فعلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۷۴

• ــــ حدِّ رجم کے بارے میں خلافتِ راشدہ رضہ کا تعامل ۸۰

باب ۵

فقہائے اسلام اور حدِّ رجم ۸۳

باب ۶

حدِّ رجم کے بارے میں بعض تاریخی شواہد ۹۳

باب ۷

قرآن اور رسولؐ کا باہمی تعلق ۹۹

• ــــ قرآن و رسولؐ میں روح وقالب کا تعلق ۱۰۰

• ــــ رسولؐ بحیثیت معلّم وشارحِ قرآن۔ ۱۰۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- ———رسولؐ بحیثیت مُبیّنِ قرآن ۱۰۱
- ———رسولؐ بحیثیت شارع ۱۰۲
- ———رسولؐ بحیثیت مُطاع ″

باب ۸

رسولؐ اور تبیینِ قرآن ۱۰۵

- ———مُجمل کی تفصیل ۱۰۶
- ———مطلق کی تقیید ۱۰۷
- ———عام کی تخصیص ۱۰۹

باب ۹

حدِّ رجم کا اثبات ۱۱۷

باب ۱۰

حدِّ رجم پر اعتراضات کے جوابات ۱۲۳

- ———کیا رجم خلافِ قرآن ہے؟ ″
- ———کیا رجم وحشیانہ سزا ہے؟ ۱۲۷
- ———کیا سزائے رجم منسوخ ہو گئی تھی؟ ۱۲۸
- ———کیا سنت کی تخصیص قرآنی حکم سے مقدار یا حجم میں بڑی ہو سکتی ہے؟ ۱۳۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۱

مولانا اصلاحی کے تصوّرِ رجم کا تجزیہ ۱۴۲

- کیا حدِ رجم فقہی مسئلہ ہے؟ ۱۴۳
- کیا رجم کے بارے میں آمدہ احادیث آحاد ہیں؟ ۱۴۷
- کیا خبرِ واحد یا سنّت کے ذریعے قرآن کے کسی حکمِ عام میں تخصیص یا تقیید نہیں ہو سکتی؟ ۱۴۹
- کیا قرآن کو قرآن کے سوا کوئی دوسری چیز منسوخ نہیں کر سکتی؟ ۱۵۸
- کیا حدِ رجم کے اثبات میں فقہاءِ اسلام نے فقط ایک آدھ روایت پر اعتماد کیا ہے؟ ۱۶۲
- کیا رجم کی سزا باغیوں اور غنڈوں کے لیے بطورِ نکال ہے؟ ۱۶۴
- عہدِ نبوی میں رجم کی سزا کس قسم کے مجرموں کو دی گئی؟ ۱۷۴
- مولانا اصلاحی کا فکری تضاد ۔۔۔ اپنی تحریروں کے آئینے میں۔ ۱۸۳
- اپنے اصولوں ہی کے خلاف۔ ۱۸۹
- منتخب فہرستِ مآخذ ۱۹۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تقریظ

از قلم

جناب مولانا سید محمد متین ہاشمی صاحب

ریسرچ ایڈوائزر، ریسرچ سیل، دیال سنگھ لائبریری، لاہور

یہ بات نہایت خوش آئند ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے سلسلے میں ہمارے ملک کے علماء محققین اور بالخصوص نوجوان اہلِ علم کے اندر اس نظام کو سمجھنے اور اسے نافذ کرنے کے بارے میں دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب کوئی نظام پہلی مرتبہ قائم کیا جاتا ہے تو چونکہ لوگ عرصہ سے دوسرے نظام کے تحت زندگی گزار رہے ہوتے ہیں، اس لئے ان کے ذہن میں مختلف قسم کے شبہات و خدشات جنم لینے لگتے ہیں۔ ہمارا حال بھی یہی ہے۔ عرصۂ دراز سے ہم پر برطانوی قوانین مسلط ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد اُمید تھی کہ اس مملکتِ خداداد میں اسلامی نظام کامل طور پر نافذ کر دیا جائے گا۔ لیکن ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

نعرے تو بہت لگائے گئے۔ لیکن اسلام کے بجائے یہاں پر برطانیہ امریکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نظامہائے حیات کو پروان چڑھایا گیا۔ جس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے کہ ہمارا نظامِ اخلاق تباہ ہوتا جا رہا ہے، ہمارے معاشرے میں حصولِ دولت کے لئے دوڑ لگی ہوئی ہے اور سب سے بڑی چیز یہ کہ صدیوں سے جو اعلیٰ اخلاقی اقدار ہمارے اسلاف نے قائم کر رکھی تھیں وہ ایک ایک کر کے گرتی چلی جا رہی ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے اس حقیقت کو محسوس فرمایا کہ جب تک اس ملک میں مکمل طور پر اسلامی نظامِ حیات کو جاری و ساری نہیں کیا جائے گا، نہ اس ملک میں استحکام پیدا ہوگا، اور نہ اقوامِ عالم کے درمیان اس کو وہ مقام ملے گا جس کا یہ مستحق ہے۔ چنانچہ انہوں نے ۱۹۷۹ء میں اسلامی حدود کے نفاذ کا اعلان کیا۔ نظامِ زکوٰۃ قائم کیا، سود سے پاک بینکاری کی ابتداء کی، قومی زبان اور قومی لباس کو فروغ دینے کی کوششیں شروع کر دیں اور وفاقی شرعی عدالت قائم کر کے اس بات کا موقع فراہم کر دیا کہ جو قانون خلافِ شریعت ہو، اُسے منسوخ کر دیا جا سکے۔

اگرچہ صدرِ مملکت کے ان اقدامات کو ابتدائی اقدامات ہی کہا جا سکتا ہے، تاہم یہ ماننا پڑے گا کہ ان اقدامات سے سفر کی سمت متعین ہوئی ہے اور اہلِ پاکستان کو یہ احساس ہونے لگا ہے کہ اگر وہ ان راستوں پر چلتے رہے تو انشاء اللہ العزیز ایک نہ ایک دن اپنی منزل پر پہنچ کر رہیں گے۔ اُس دن ؎

فروغِ خاکیاں از نُوریاں افزوں شود روزے
زمیں از کوکبِ تقدیرِ ما گردوں شود روزے

جناب صدرِ مملکت کا جو فرض تھا وہ اُسے پُورا کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں لیکن اسلام کا نفاذ صرف صدرِ مملکت کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ یہ ہر شہری کا بالعموم اور اہلِ علم کا بالخصوص فریضہ ہے کہ وہ اس معاملے میں صدرِ مملکت سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکمل تعاون کریں کیونکہ قرآنِ کریم میں واضح حکم موجود ہے کہ:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى۔ (المائدہ ۲) — اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون کرو۔

اسلامی حدود کے بعد وہ حلقے جو دین و شریعت کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ کر کے دیکھنے کے عادی ہیں اور دین کے سارے احکام کو قرآن کریم ہی میں محدود مانتے ہیں، حسب عادت نئے نئے فتنے تراشتے رہتے ہیں تاکہ دین کے محکمات کو متشابہات میں تبدیل کیا جا سکے اور اس طرح اختلاف و انشقاق کی ایک فضا پیدا ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اس عمل سے شریعت کے نفاذ میں تاخیر ہی پیدا ہو گی۔ وذٰلک فہو المراد!

انہی فتنوں میں سے ایک فتنہ "حدِ رجم" کا انکار بھی ہے۔ بزعمِ خود غلط اہلِ قرآن ـــــــ نیز وہ اہلِ علم حضرات جو سُنّت کو سند تو مانتے ہیں مگر اپنے خود ساختہ اصولوں کے اس درجہ اسیر ہیں کہ سُنّت اور اجماعِ اُمّت کا انکار ہو جائے تو ہو جائے، وہ اپنے اصولوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ـــــــ اس سزا کو مغرب سے مرعوبیت کے باعث کبھی تو "وحشیانہ" قرار دیتے ہیں اور کبھی یہ کہتے پھرتے ہیں کہ چونکہ یہ قرآنِ کریم سے ثابت نہیں، اس لئے اسے مانا نہیں جا سکتا۔ اصل میں یہ حضرات آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح معنوں میں شارع اور مُطاع ہی نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت (نعوذ باللہ) صرف ایک پیغام رساں کی تھی جو پیغام رسانی کے بعد ختم ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اس طرح کی ضلالتوں میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ (اللہ انہیں ہدایت دے! آمین!)

زیرِ نظر کتاب "حدِ رجم" تالیف جناب محترم "رفیق چودھری"

DEPTT. OF ISLAMIC STUDIES
14505
No.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا میں نے بالاستیعاب مُطالعہ کیا ہے۔ اور میں بلا خوفِ تردید یہ کہہ سکتا ہوں کہ بحمداللہ مؤلف موصوف نے "مُنکرینِ رجم" کے تمام دلائل کے تار و پود بکھیر کر رکھ دئے ہیں۔ اور نہایت علمی و تحقیقی انداز میں مُنکرین کے افکار کا جائزہ لیا ہے۔ میں مؤلف موصوف کو اِس علمی خدمت پر دِلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ یہ کتاب اہلِ علم حضرات کے لئے نہایت مفید ثابت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کی اِس علمی خدمت کو قبول فرمائے اور انہیں جزائے خیر عطا کرے۔ آمین!

۱۴ر نومبر ۱۹۸۱ء

محمد متین ہاشمی غفرلہٗ

لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحمد للہ الذی ھو منزّل الفرقان والصّلوٰۃ والسّلام علی رسولہ الذی ھو مبیّن القرآن

مُقدّمہ

اسلامی تاریخ میں فتنۂ انکارِ سُنّت نے دو جنم لئے ہیں، اِس فتنہ نے اُس دَور میں پہلا جنم لیا جب مسلمانوں میں خوارج اور معتزلہ کے دو مختلف گروہ وجود میں آئے جن میں ایک انار کی پسند اور دوسرا عقلیت پرست تھا۔ مگر اُس عہد کے مجتہدین اور محدّثین حضرات کی کوششوں سے یہ فتنہ بہت جلد اپنے سر اٹھانے والوں کے ساتھ ہی دفن ہوگیا پھر ایک ہزار برس کے بعد اس فتنہ نے اُس زمانے میں اپنا دوسرا جنم لیا جب مغرب کی استعماری قوتوں نے مشرق کی مسلم ریاستوں پر اپنا سیاسی تسلّط جمایا۔ مغرب کے اِس تسلّط و تغلّب کی نوعیت محض سیاسی اور عسکری نہیں تھی بلکہ یہ ایک ہمہ گیر غلبہ و استیلاء تھا جس نے پورے عالمِ اسلام کو ہلا کر رکھ دیا اور اس کو فکری، تہذیبی، ثقافتی، معاشی، معاشرتی اور تعلیمی، غرض ہر اعتبار سے حد درجہ متاثر و مرعوب کیا۔

اِس انقلابِ حال کے ردِّ عمل میں وقت کے بعض رہنمایانِ دین اور مصلحینِ اُمّت کے فکر و نظر پر بھی مغرب سے ایک مرعوبیّت طاری ہوئی جس کے زیرِ اثر انہوں نے دینِ اسلام کا نیا تانا بانا کچھ اس انداز سے بُنا کہ جس میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہنی شکست خوردگی کے ساتھ ساتھ معذرت خواہی کا عنصر غالب تھا۔ اسی دورِ تجدد میں فتنہ انکارِ سنّت کا مُردہ دوبارہ زندہ ہوگیا اور اس کے ذریعے متجدّدین حضرات نے اسلام کی مرمّت کرنی شروع کردی۔ اس گروہ کے آخری اور مکمل نمائندے ہمارے ہاں جناب غلام احمد پرویز ہیں۔

لیکن خوارج اور پرویز صاحب کا معاملہ بالکل صاف اور واضح ہے اس لیے کہ ان دونوں کا مشترکہ مذہب یہ ہے کہ دین فقط قرآن مجید کا نام ہے اور صرف وہی حجت ہے۔ رہی سُنّت تو وہ سرے سے نہ دین ہے اور نہ حجت، لہٰذا اس پر عمل کرنا واجب نہیں ہے۔ ان لوگوں سے علمائے دین کا نپٹنا آسان ہے کیونکہ وہ اپنے حریف کے مقابلے میں زیادہ قوی اور نہایت مضبوط دلائل سے مسلّح ہیں اور وہ یہ میدان کئی بار جیت بھی چکے ہیں۔

مگر تجدّد پسندی کی اسی فضا سے ایک اور گروہ بھی اُٹھا ہے جس نے سُنّت کے اُن بہت سے احکام کو حُجت ماننے سے انکار کردیا ہے جن کے سُنّت اور حجّت ہونے پر اب تک اُمّت مسلّمہ متفق رہی ہے۔ اس گروہ نے "نظمِ قرآن" کے سہارے نظمِ ملّت کو توڑنے کی جسارت کی ہے جس کی نمایاں ترین مثال اس کی طرف سے زانی محصن کے لئے حدِ رجم کے وجوب سے انکار کرنا ہے، اس گروہ کو اُس کے شیل کی مناسبت سے "فرقۂ فراہیّہ" کا نام دیا جا سکتا ہے اور اس وقت اسکے بہترین نمائندے اور شارح امین احسن اصلاحی ہیں۔

اس "فرقۂ فراہیّہ" کے ہاتھ میں کچھ مَن گھڑت اصول ہیں جس کو اس فرقے کے لوگ 'اصولِ دین' کہتے ہیں۔ جب یہ لوگ سُنّت کو انہی تام نہاد 'اصولِ دین' کی خراد پر چڑھاتے ہیں تو اس کا صرف اُتنا ہی حصّہ قابلِ اعتبار اور قابلِ حجّت باقی رہ جاتا ہے جو قرآن مجید کی چند اصطلاحات ــــ مثلاً صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عمرہ و قربانی" وغیرہا ـــــ کے عملی مفہوم سے متعلق ہے اور جس کی عملی شکل اُمت کے اندر تواتر کے ذریعے موجود ہے۔ اِسی حصّۂ سنّت کو یہ لوگ اپنی اصطلاحِ خاص میں سُنّتِ متواترہ[1] کہتے ہیں۔ اور اس مخصوص دائرے سے باہر پورے ذخیرۂ حدیث و سُنّت کو یہ لوگ ناقابلِ حجّت قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک حدیث و سنّت کے اس باقی ذخیرے کی حیثیت 'اخبارِ آحاد' کی ہے جو محض "آداب" ہیں اور جو دین میں حجّت نہیں۔

مزید برآں یہ گروہ فقط اُنہی احادیث کو صحیح مانتا ہے جن کو صرف اُن صحابہ کرامؓ نے روایت کیا ہو جو صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی ہوں۔ کسی غیر فقیہ صحابیؓ کی روایت ان لوگوں کے ہاں معتبر نہیں ہے اور یہ بات اس گروہ کے نزدیک بطور ایک "اُصولِ حدیث" مانی جاتی ہے اور اس کے نزدیک ایسے صحابہ کرامؓ کی تعداد دس بیس سے زیادہ نہیں جو فقہاء صحابہ کہے جا سکتے ہیں۔

یہ ایک ہی نام نہاد 'اُصولِ حدیث' اندھے کی وہ لاٹھی ہے جس کی زد میں آ کر اُمت کی مُسلّمہ احادیثِ صحیحہ کا نو سو ننانوے فی ہزار حصّہ بالکل ساقط الاعتبار ٹھہرتا ہے۔

ان تجدّد زدہ لوگوں نے جب قرآن مجید کی تفسیر بھی اپنے خاص ڈھب سے لکھی تو ان کے اپنے وضع کردہ "اصولِ تفسیر" سے عشق اور اُن کے انہماک نے ان کے اندر حدیث و سُنّت کے بارے میں اس حد تک غفلت، بیگانگی اور لاپرواہی پیدا

---

[1] خیال رہے کہ "سنتِ متواترہ" کی یہ مخصوص اصطلاح ان معنوں میں قطعاً نہیں ہے جن معنوں میں یہ اصطلاح حضراتِ محدثین و مجتہدینِ اُمّت کے ہاں مستعمل ہے اور جسے "خبرِ متواتر" یا "حدیثِ متواتر" بھی کہا جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دی کہ ان کی ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی تفسیر میں سُنّت کے بہت سے منصوص احکام ـــــ جیسے مسح علی الخفین، قتلِ مرتد، پالتو گدھے کی حُرمت، مُردہ مچھلی کی حلت اور آمین ـــــ سرے سے غائب اور ناپید ہو گئے۔ ان کی اتنی ضخیم تفسیر میں اس طرح کے بہت سے نصوصِ سنّت کے لئے تو کوئی گنجائش باقی نہ رہی مگر دورِ جاہلیت کے احوال و وقائع اور اس کے رسم و رواج کی جزئیات نگاری میں صفحوں کے صفحے سیاہ کر دئے گئے۔ ان لوگوں کے ہاں فہم و تدبرِ قرآن میں حدیث و سنّت کو وہ مقام بھی میسر نہ آسکا جو مقام اُن کے ہاں مسخ شدہ بائیبل کو عطا ہوا۔

مسلم معاشرے میں نیم انکارِ سنّت کا یہ فتنہ تو مسلّمہ اصولِ دین کی رُو سے دراصل کاہل انکارِ سنّت کا فتنہ ہے جس کا سدِ باب کرنا وقت کے علماءِ حق کا ایک اہم فریضہ ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں اس امر پر تحقیق کی گئی ہے کہ کیا اسلام میں زانی محصن پر حدِ رجم واجب ہے یا نہیں؟ میں نہ تو کوئی علامہ ہوں اور نہ ہی مجھے عالمِ دین ہونے کا دعویٰ ہے بلکہ اپنی علمی کم مائیگی کا مجھے پورا احساس ہے۔ اس لئے جہاں تک میری اس سعی کا تعلق ہے اہلِ علم حضرات اس کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں خود فیصلہ کر لیں گے۔

وَمَا تَوْفِيقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا۔

یکم نومبر ۱۹۶۱ء

محمد رفیق چوہدری

لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱

تعارُف

حدِّ شرعی کی تعریف اور اسلامی حُدُود و تعزیرات کا فلسفہ

حدِّ شرعی کی تعریف

"حد" لغت میں دو چیزوں کے درمیان فصل کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے ساتھ مل نہیں سکتیں یا ان میں سے کوئی ایک دوسری پر ظلم و زیادتی نہیں کر سکتی[1] دو چیزوں کی درمیانی سرحد بھی حد ہے اور کسی شے کی انتہا کو بھی اس شے کی حد کہا جاتا ہے۔ حد کی جمع حُدُود آتی ہے۔

سزا کو "حد" اس لیے کہتے ہیں کہ یہ جُرم کو دوبارہ وقوع پذیر ہونے سے روکتی ہے۔

حدِّ شرعی کی تعریف فقہائے اسلام نے اِن الفاظ میں کی ہے۔

الحد عقوبة مقدرة يجب حقا لله تعالىٰ[2]

حد وہ معیّن سزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق کی حیثیت سے واجب ہوتی ہے۔

اسلامی قانون میں چوری پر قطعِ ید (ہاتھ کاٹنا) اور قذف (تُہمتِ زنا) پر اسّی

---

[1] الحد: الفصل بين شيئين لئلا يختلط احدهما او لئلا يتعدا حدهما على الآخر۔ (لسان العرب، ابن منظور، جلد ۳، ص ۱۴۰، طبع بیروت ۱۳۷۴ھ)

[2] کشاف اصطلاحات الفنون، دائرۃ المعارف للبستانی وغیرہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوڑوں کی سزا حدودِ شرعیہ میں داخل ہیں۔

حدِ شرعی کے مفہوم میں ایک تو سزا کی تعیین ہوتی ہے اور دوسرے اس کا نفاذ ناگزیر ہوتا ہے۔ اس میں نہ تو مجرم کی توبہ اسے سزا سے بچا سکتی ہے اور نہ ہی عدالت یا کوئی اور شخص اسے معاف کر سکتا ہے۔ یہ سزا بہرحال نافذ ہو کر رہتی ہے۔

حد کے اسی معنی و مفہوم کی بنا پر قصاص کو حدود میں شامل نہیں کیا جاتا، کیونکہ وہ بندے کے حق کی حیثیت رکھتا ہے۔ مقتول کے ورثاء اگر چاہیں تو قاتل کو معاف کر کے اسے سزا سے بچا سکتے ہیں، یا اس سے دیت لے کر اپنے حقِ قصاص سے دست بردار ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح کوئی تعزیر بھی حدِ شرعی نہیں ہے۔ کیونکہ ایک تو وہ سزائے معین نہیں ہے اور اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے دوسرے یہ کہ عدالت چاہے تو اسے بالکل معاف بھی کر سکتی ہے۔

اسلامی حدود و تعزیرات کا فلسفہ

اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے۔ اس لیے اس کے حدود و تعزیرات بھی اپنی ایک فطری بنیاد رکھتے ہیں۔ انسانی فطرت طبعاً جرم کو ناپسند کرتی اور اس کے ارتکاب پر مجرم کے لیے کوئی نہ کوئی سزا تجویز کرتی ہے۔ "جرم پر سزا" ایک فطری اصول ہے جس سے انکار کرنا بدیہیات کا انکار کرنا ہے۔ کوئی برخود غلط آدمی ہی یہ بات کہہ سکتا ہے کہ کسی جرم پر کوئی سزا نہیں ہونی چاہیے اور یہ کہ مجرم تو ایک قسم کا ذہنی مریض ہوتا ہے اور ذہنی مریض کسی سزا کا نہیں بلکہ ہمدردی کا مستحق ہوتا ہے۔

ہمارے نزدیک ایک مجرم کے ذہنی مریض ہونے میں تو شبہ ہو سکتا ہے مگر ایسے فلسفہ زدہ کے ذہنی مریض ہونے میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ہو سکتا جو مجرم کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہنی مریض سمجھتا ہے اس طرح کا ابوالعجب شخص دوسرے کے مال کی چوری پر تو چور کے لیے غایت درجہ رحیم وشفیق بنتا ہے مگر اُس بے چارے مظلوم سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتا جو اپنی گاڑھے پسینے کی کمائی سے محروم ہوگیا ہو اگر یہی چوری خود اس کے اپنے گھر میں ہوتی تو وہ چور کو گولی سے اُڑا دینے کے لیے بے تاب ہوجاتا۔

دنیائے تصور اور عملی زندگی میں یہی فرق ہے جسے دینِ فطرت نے اپنے پیشِ نظر رکھا ہے۔

کسی معاشرہ میں اگر جرم پر سزا کا دستور ختم ہوجائے تو وہ معاشرہ درندوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے جہاں سے انسانیت بالکلیہ مِٹ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام مہذب معاشروں میں مختلف جرائم پر متعدد سزائیں دینے کے لیے قوانین موجود ہیں۔ جن کے عملی نفاذ کے لیے وہاں کی حکومتیں اپنے مالخت مقننہ، عدلیہ اور پولیس کے محکمے قائم کرتی ہیں تاکہ مجرمین اپنے کیفرِ کردار کو پہنچیں جس کے نتیجے میں معاشرہ امن وامان کا گہوارہ بنے اور انسانی جان ومال اور آبرو کا پورا پورا تحفظ ہوسکے۔

اسلام نے معاشرے میں نفاذِ حدود کے دو ہدف متعین کیے ہیں ایک جزا اور دوسرا نکال وعبرت[1] جزا کا مطلب یہ ہے کہ ہر جرم پر اس کی نوعیت کے اعتبار سے نسبتاً سخت سزا رکھی گئی ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں سزا کا خوف پیدا ہو اور وہ جرم کے ارتکاب کی ہمت نہ کریں نکال وعبرت کا یہ مفہوم ہے

---

[1] قرآن حکیم نے چوری کی سزا بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ "جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ۔ یعنی چوری کی یہ سزا اللہ کی طرف سے ایک تو جرم کی پاداش ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ عبرت کا سامان بھی ہے۔ (المائدہ ۳۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سزا کا نفاذ سرِعام کیا جائے تاکہ مجرم کو جب سزا ملے تو یہ سزا معاشرے کے دوسرے افراد کے لیے بھی تازیانۂ عبرت کا کام دے جس کے بعد وہ بھی قانون شکنی سے باز رہیں۔

فلسفۂ سزا اور شرعی حدود و تعزیرات کی حکمت کے بارے میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھتے ہیں؛

أعلم أن من المعاصي ما شرع الله فيه الحدود ذلك كل معصية جمعت وجوها من المفسدة بأن كانت فساداً في الارض و اقتضابا على طمانينة المسلمين، وكانت لها داعية في نفوس بني أدم لا تزال تهيج فيها، ولها ضراوة لا يستطيعون الاقلاع منها بعد أن اشربت قلوبهم لها، وكان فيه ضرر لا يستطيع المظلوم دفعه عن نفسه في كثير من الاحيان، وكان كثير الوقوع فيما بين الناس،

شریعت نے بعض جرائم پر حدود مقرر کی ہیں اور یہ وہ جرائم ہیں جن کی وجہ سے دنیا میں فتنہ و فساد پھیلتا ہے اور مسلم معاشرے کا امن و سکون غارت ہوتا ہے۔ دوسرے ان جرائم کے بار بار ارتکاب کے نتیجے میں نفس انسانی عادتِ بد کا شکار ہو جاتا ہے اور اس جرم کا چسکا پڑ جاتا ہے پھر اُسے جُرم سے باز رکھنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے اکثر اوقات بے چارے مظلوم کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ان مُجرموں کے مقابلے میں اپنا تحفظ کر سکے۔ اگر ان جُرائم کی روک تھام نہ کی جائے تو پھر یہ جُرائم وبا کی طرح پھیل کر پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اس طرح کے جُرائم کے خاتمے کے لیے محض آخرت کے خوف اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فمثل هذه المعاصي لا يكفي فيها الترهيب بعذاب الآخرة بل لا بدّ من إقامة ملامة شديدة عليها وإيلام ليكون بين أعينهم ذلك فيردعهم عمّا يريدون كالزنا فانّها تهيج من الشبق والرغبة في جمال النساء ولها شرّة وفيها عار شديد على اهلها، وفي مزاحمة الناس على موطوأة تغيير الجبلة الانسانية وهي مظنة المقاتلات والمحاربات فيما بينهم ولا يكون غالبا الا برضا الزانية والزاني، وفي الخلوات حيث لا يطلع عليها إلا البعض فلو لم يشرع فيها حد وجيع لم يحصل الردع۔

وعظ و تلقین سے کام نہیں چلتا بلکہ اس کے لیے سخت سزاؤں کا نفاذ ضروری ہوتا ہے تاکہ مجرم کا انجام سب کے سامنے ہو، جسے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی جرم کے ارتکاب سے باز رہیں۔ مثال کے طور پر جرم زنا کو لیجیے۔ جنسی خواہش، عورتوں کا حسن و جمال اور لذت طلبی اس کے محرکات ہیں۔ اس فعل بد کے باعث مجرم کے اہل خاندان بھی رسوا ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سے لوگوں کے درمیان لڑائی جھگڑے اور کشت و خون کی نوبت آجاتی ہے۔ بالعموم یہ فعل فریقین کی باہمی رضامندی سے خلوت گاہوں میں پوشیدہ طور پر وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اگر اس کے لیے عبرت ناک سزا نہ رکھی جائے تو اس جرم کو پھیلنے سے روکا نہیں جا سکتا۔

(حجۃ اللہ البالغہ۔ ج ۲ ص ۱۵۸ طبع مصر)

الغرض جرائم کو روکنے کے لیے اسلام بہت سے اقدامات کرتا ہے۔ وہ اپنے عقائد، تعلیم و تربیت اور معاشرتی دباؤ کے ذریعے جرائم کو وقوع پذیر ہونے سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روکتا ہے۔ اور اگر پھر بھی کوئی شخص ارتکابِ جرم سے باز نہیں آتا تو اسلامی قانون اسے سخت اور عبرت ناک سزا دیتا ہے تاکہ خوفِ سزا سے دوسرے لوگ مجرم نہ بننے پائیں اور اس طرح اسلامی حدود و تعزیرات کا نفاذ معاشرے سے جرائم کا تقریباً خاتمہ کر دیتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲

جُرمِ زنا کی شناعت

ایک صالح معاشرے کے قیام کے لیے صالح خاندان کا وجود ناگزیر ہے اور ایک صالح خاندان وجود میں آ نہیں سکتا اگر مرد اور عورت کے تعلق کی بنیاد نکاح پر نہ ہو۔ معاہدۂ نکاح ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی رُو سے ایک صالح خاندان وجود میں آتا ہے اسی سے زوجین کے درمیان حقوق و فرائض کی عادلانہ تقسیم ہوتی ہے۔ اسی کے تحت اولاد اور والدین کا باہمی تعلق اور صحیح خون و نسب کا پاکیزہ رحمی رشتہ قرار پاتا ہے۔ پھر یہی رحمی رشتہ انسان کے صالح اور جذبات و احساسات کے ساتھ استوار ہوتا ہے۔

اس کے برعکس اگر مرد اور عورت کے درمیان نکاح کے جائز تعلق کی بجائے زنا کا ناجائز تعلق قائم ہو تو اس چیز کے نتیجے میں نہ تو کوئی صالح خاندان وجود میں آسکتا ہے اور نہ ہی اس کی بنیاد پر کسی صالح معاشرے کی تشکیل ہو سکتی ہے بلکہ ایسے معاشرے کو انسانی معاشرہ کہنے کی بجائے جانوروں کا ایک گلہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔

اسلام نے زنا کو کبائر گناہوں میں شمار کیا ہے۔ قرآن حکیم نے جہاں شرک اور قتلِ ناحق کا تذکرہ کیا ہے وہاں زنا کو بھی ان کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد تینوں گناہوں کا یکساں انجام بیان فرمایا ہے۔ جس سے زنا کے گناہ کبیرہ ہونے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

ارشادِ خداوندی ہے،

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۙ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝

(الفرقان ۲۸، ۲۹)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے، اللہ کی حرام ٹھہرائی ہوئی کسی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ ہی زنا کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی ایسا کام کرے گا تو وہ اپنے گناہوں کے انجام سے دوچار ہو گا اور قیامت کے روز اُسے کئی گنا عذاب ہو گا اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا۔

اسی سلسلے میں ایک حدیثِ صحیح ملاحظہ ہو،

عن عبد الله (بن مسعود) قال سئالت النّبی صلّی الله علیه وسلّم أی الذنب اعظم عند الله۔ قال ان تجعل لله ندًّا وهو خلقك۔ قلت ان ذٰلك لعظیم۔ قلت ثمّ ای قال وان تقتل ولدك تخاف ان

حضرت عبداللہؓ (ابن مسعود) سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ تیرا خالق تو اللہ ہی ہے۔ میں نے کہا یہ تو سنگین جرم ہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ "اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟" فرمایا"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يا ثم معك. قلت ثم اى. قال ان تزانى حليلة جارك.

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر جلد ۶ ص۲۲، طبع مصر ۱۳۴۵ھ)

کسی شخص کا اپنے بیٹے کو اس اندیشے سے قتل کر دینا کہ وہ اس کے کھانے میں حصہ دار نہ بن جائے۔" میں نے تیسری بار پوچھا کہ "اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے" فرمایا "کسی شخص کا اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا۔

اس حدیث نے مذکورہ بالا قرآنی آیت کی گویا تفسیر کر دی ہے۔

زنا مجموعۂ جرائم ہے

زنا کوئی مُفرد جُرم نہیں بلکہ مجموعۂ جرائم ہے اور ایک زانی بیک وقت حسبِ ذیل جرائم کا مرتکب ہوتا ہے۔

۱۔ قرآن نے مرد اور عورت کو غضِّ بصر کا حکم دیا ہے اور ارتکاب زنا اس حکم قرآنی کی خلاف ورزی کے بعد ہی ممکن ہوتا ہے۔

۲۔ اسلام نے عورت کو غیر محرم مرد سے پردہ کرنے کا حکم دیا ہے اور ایک زانیہ عورت اسلام کے اس حکم کی پرواہ نہیں کرتی۔

۳۔ دینِ اسلام میں حیا کو جو اہمیت حاصل ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ حدیثِ نبوی ہے الحیاء من الایمان یعنی حیا ایمان کا حصّہ ہے۔ زنا کا مجرم حیا داری کے بنیادی تقاضوں کو ٹھکرا دیتا ہے۔

۴۔ اسلام نے مرد اور عورت کے مابین آزادانہ میل جول اور بے تکلفانہ گفتگو کو ناپسند کیا ہے زنا کا مرتکب اسلام کے اس ضابطے کو توڑ دیتا ہے۔

۵۔ قرآن نے فرمایا ہے کہ لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا یعنی زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ فعلِ زنا کے تمام محرکات و دواعی سے بھی اجتناب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ زنا کا مجرم قرآن کے اس حکم کی صریحاً خلاف ورزی کرتا ہے۔

۶۔ اسلام نے غیر محرم مرد اور عورت کو باہمی ملامست یعنی ایک دوسرے کو چھونے سے منع کیا ہے۔ اسلام کا یہ ضابطہ ایک زانی کے ہاتھوں ٹوٹ جاتا ہے۔

۷۔ اسلام نے مرد اور عورت کو اپنے اپنے ستر ڈھانکنے کا حکم دیا ہے اور سوائے شوہر اور بیوی کی مخصوص حالت کے، کسی اور کے سامنے ستر کھولنے سے منع کیا ہے۔ زنا کے جرم میں اسلام کے اس حکم کی خلاف ورزی موجود ہوتی ہے۔

۸۔ قرآن نے طیّبات یعنی پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبائث یعنی ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کے نزدیک نکاح ایک حلال اور طیب چیز ہے اور زنا کو اس نے حرام اور بے حیائی کا کام بتایا ہے۔ زنا کا مرتکب شخص قرآن کے اس ضابطہ حلّت و حرمت کو توڑ دیتا ہے۔

۹۔ اسلام نے وراثت کے احکام محض قرابت داری کی بنیاد پہ دیے ہیں اور اولاد اپنے والدین کے ترکے کی جائز وارث ہوتی ہے۔ مگر زنا کے نتیجے میں پیدا شدہ ناجائز اولاد اپنے نام نہاد "باپ" کی جائداد اور وراثت سے بلا قصور محروم ہو جاتی ہے اور اس محرومی کی تمام تر ذمہ داری "زانی باپ" پر عائد ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ قرآن نے عورت کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ گھر میں ٹک کر رہے اور کسی خاص ضرورت کے سوا گھر سے باہر نہ نکلے۔ اس کے ساتھ ہی قرآن نے عورت کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ وہ تبرّج یعنی بن ٹھن کر پھرنے سے اجتناب کرے۔ ایک زانیہ عورت بالعموم قرآن کے ان احکامات کی خلاف ورزی کرتی ہے۔ وہ ایسی جگہ زنا کی مرتکب ہوتی ہے جہاں اسے ایک چھوڑ چار آدمی بھی بآسانی دیکھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ صورتِ حال اس کے گھر میں تقریباً ناممکن ہے۔

۱۱۔ قرآن مجید نے اشاعتِ فاحشہ یعنی بے حیائی پھیلانے والوں کو دنیا اور آخرت کے عذاب کی وعید سنائی ہے اور اس حرکت کو سخت ناپسند کیا ہے زنا کا مرتکب اشاعتِ فاحشہ کا مجرم بھی ہوتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ابتداءً کم سے کم چار آدمیوں تک بے حیائی کے بُرے اثرات پہنچتے ہیں جو بعد میں وبا کی طرح پورے معاشرے میں پھیل جاتے ہیں۔

۱۲۔ زنا کے نتیجے میں بعض اوقات خودکشی کے واقعات جنم لیتے ہیں۔ فریقین کے متعلقین میں اشتعال پیدا ہوتا ہے جس کا انجام اتلافِ جان و مال کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر فتنہ و فساد اور انتقام کی وہ آگ بھڑک اٹھتی ہے جو بجھائے نہیں بجھتی۔

شادی شدہ آدمی کا جُرمِ زنا

شادی شدہ زانی کا معاملہ اس سے بھی بدرجہا زیادہ قبیح ہے۔ اس میں علاوہ ان تمام برائیوں کے جو اوپر مذکور ہوئیں، مزید یہ برائیاں مضمر ہوتی ہیں۔

۱۔ قرآن مجید کی رُو سے ایک شخص کی منکوحہ بیوی کے لیے کسی اور مرد سے نکاح کرنا حرام ہے، اس کے بعد زنا تو بدرجہ اولیٰ حرام ٹھہرا۔ ایک زانیہ عورت قرآن کی قائم کردہ اس حرمت کو پامال کرتی ہے۔

۲۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ ایک شوہر کے لیے اس کی بیوی بمنزلہ حرث یعنی کھیتی کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس سے اولاد کی پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ مگر ایک زانیہ بیوی کھیتی کی اپنی اس حیثیت کو بدل کر ایک چراگاہ میں تبدیل کر لیتی ہے۔ جس کے بعد صحیح اولاد کی پیداآوری ممکن نہیں رہتی اور عورت کا مقصدِ تخلیق پورا نہیں ہوتا۔ اس طرح ایک شادی شدہ زانیہ عورت اللہ کی ٹھہرائی ہوئی فطرت اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیثیت بدلنے کی مرتکب ہوتی ہے۔

۳۔ قرآن کی رُو سے نکاح ایک معاہدہ ہے جو مرد اور عورت کے مابین ہوتا ہے۔ اسی معاہدے کی رُو سے وہ میاں بیوی ہوتے ہیں۔ قرآن اس معاہدے کو 'میثاقِ غلیظ' یعنی پختہ معاہدہ قرار دیتا ہے۔ اسی معاہدے کے تحت میاں بیوی ایک دوسرے کی عفت و عصمت کے محافظ اور امین ہوتے ہیں۔ اس کے بعد کسی فریق کی طرف سے معاہدے کی اس حیثیت کو ختم کرنا قرآن حکیم کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔

۴۔ نکاح کے بعد ایک میاں اور ایک بیوی کو اپنی اپنی جنسی خواہش کی تسکین کا ایک جائز ذریعہ میسر آجاتا ہے۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک فریق دوسرے کے لیے جنسی طور پر وجہِ تسکین نہیں بنتا تو دوسرا فریق اس سے علیحدگی حاصل کر سکتا ہے اور مرد کو اسلام نے ایک سے چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت بھی دی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب کسی مرد یا عورت کو اپنی جنسی خواہش پوری کرنے کا ایک جائز ذریعہ حاصل ہے اور وہ اسے چھوڑ کر ایک ناجائز اور ممنوع ذریعہ کو اختیار کرتا ہے تو یہ اُس رب العالمین کی کُھلی نافرمانی کے سوا اور کیا ہے جس نے نکاح کو حلال اور زنا کو حرام ٹھہرایا ہے؟۔

۵۔ اس دنیا میں سب سے بڑی بے وفائی کسی بندے کا اپنے خدا سے بے وفائی کرنا ہے اس کے بعد دوسرے درجے پر وہ بے وفائی ہے جو ایک بیوی اپنے خاوند سے کرتی ہے قدیم صحیفوں میں مشرک آدمی کو اس زانیہ عورت سے تشبیہہ دی گئی ہے جو کسی کی بیوی ہو۔ توریت میں کئی جگہ یہ مضمون آیا ہے کہ تمہارا خداوند خدا بڑا غیور ہے جس طرح تم یہ گوارا نہیں کرتے کہ تمہاری بیوی کسی اور کے بستر پر سوئے اسی طرح وہ یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ اس کا بندہ غیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بندگی کرے۔

قرآن مجید نے بھی سورۂ نور میں شرک اور زنا کو ایک ساتھ بیان کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں بُرے کاموں میں ایک گہری مناسبت ہے۔ مشرک اپنے رب کا اقرار کرتا ہے، اس کی دی ہوئی تمام نعمتوں سے مُتمتّع ہوتا ہے ــــ مگر اس کے باوجود غیر کی اطاعت کرتا ہے۔ یہی حال ایک زانیہ بیوی کا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک شوہر کی زوجیت میں دیتی اور اسے اپنی عصمت و ناموس کا مالک بناتی ہے۔ نان و نفقہ اور دیگر تمام حقوق اسی سے حاصل کرتی ہے اور پھر اس کے حقِ زوجیت میں غیر مرد کو شریک کر کے اپنے شوہر سے خیانت اور بیوفائی کی مرتکب ہوتی ہے۔ ایک مشرک کی اپنے خدا سے بے وفائی اور خیانت کی مثال اگر اس دنیا میں کوئی اور ہو سکتی ہے تو وہ کسی زانیہ بیوی کی وہ بے وفائی اور خیانت ہے جو وہ اپنے شوہر سے روا رکھتی ہے۔

حاصلِ کلام اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زنا ایک ایسا جرم عظیم ہے جس سے بے شمار مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سے خاندانی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ لڑائی جھگڑے اور قتل و فساد تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ بعض اوقات خودکشی کے واقعات رُونما ہوتے ہیں۔ لوگوں کا امن و سکون غارت ہوتا ہے اور فتنہ و فساد پھیلتا ہے اس کے سبب سے معاشرے میں جنسی بے راہروی اور انارکی پیدا ہوتی ہے اور انسانوں کا اخلاق جانوروں کی سطح تک گر جاتا ہے۔ لہٰذا:

تمام الہامی مذاہب میں زنا کو ایک مُستوجبِ سزا جرم قرار دیا گیا ہے مثلاً توریت میں ہے کہ:

"اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے تو وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں مار ڈالے جائیں"۔ (استثناء ۲۲: ۲۲-۲۲)

اسی طرح شریعتِ محمدیہ نے بھی اسے بہت بڑا جرم قرار دیا ہے اور اس کے لیے شدید ترین سزا مقرر کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳

قرآنِ حکیم میں جُرمِ زنا کی سزا

قرآن حکیم نے زنا کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے آغاز میں یہ سزا بیان کی تھی کہ اگر چار گواہ اس امر کی شہادت دے دیں کہ انہوں نے کسی مرد اور عورت کو زنا کرتے دیکھا ہے تو ان دونوں کو زدوکوب کیا جائے اور زانیہ عورت کو گھر میں قید کر دیا جائے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ	اور تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں
مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا	بدکاری کی مرتکب ہوں تو ان پر اپنے
عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ	میں سے چار آدمیوں کی گواہی طلب
شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی	کرو۔ اگر چار آدمی گواہی دے دیں تو
الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ	ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو، یہاں
الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ	تک کہ موت ان کا خاتمہ کر دے یا کسی
لَهُنَّ سَبِيْلًا ۔ وَالَّذٰنِ	موقع پر اُن کے لیے اللہ تعالیٰ کوئی
يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ	راستہ نکال دے۔ اور تم میں سے اگر
فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ	مرد اور عورت اسی جرم کا ارتکاب کریں
تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا	تو ان کو ایذا دو۔ پھر اگر وہ توبہ اور اصلاح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔	کرلیں توان کو چھوڑ دو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

(النساء ۱۵، ۱۶)

جرمِ زنا کی مذکورہ بالا سزا قرآن مجید کا ایک ابتدائی اور عارضی نوعیت کا حکم تھا جس کی طرف اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيلًا (ان کے لیے اللہ کوئی راستہ نکال دے گا) کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں۔

اس کے بعد سورہ نور کی آیت ۲ میں اس سلسلے کا مستقل حکم نازل ہوا:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِي دِينِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ج وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ۔	زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور اللہ کے قانون کے معاملے میں قطعاً کوئی نرمی اختیار نہ کرو، اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ضروری ہے کہ ان کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود رہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد سورہ نساء کے مذکورہ بالا احکام منسوخ ہو گئے۔ اب آیندہ کے لیے جرمِ زنا کی سزا سو کوڑے مقرر ہو گئی۔

مگر آیتِ جلد کا یہ حکم درحقیقت کوئی حکمِ عام نہ تھا کہ اس میں ہر قسم کا مرتکب زنا شامل ہو۔ کیونکہ قرآن حکیم نے زانیہ لونڈیوں (اور ان کے ساتھ غلاموں) پر اس حکم کا اطلاق نہیں کیا۔ بلکہ ان کی تخصیص کرتے ہوئے فرمایا:

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ	جب وہ لونڈیاں قیدِ نکاح میں آ

www.KitaboSunnat.com

بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ط۔	جائیں اور پھر اگر وہ کوئی بدکاری کریں تو ان کے لیے اس سزا کا نصف ہے جو محصنات کے لیے مقرر ہے۔

(النساء: ۲۵)

واضح رہے کہ یہاں پر "العذاب" کی جو سزا بیان ہوئی ہے یہ وہی سزا ہے۔ جسے آیت جلد میں عَذَابُهُمَا کہا گیا ہے۔ اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے۔

اس طرح قرآن مجید نے قیدِ نکاح میں آئی ہوئی لونڈیوں (اور ان کے ساتھ غلاموں) کے لیے ارتکابِ زنا کی صورت میں نصف سزا یعنی پچاس کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے۔ دوسرے الفاظ میں قرآن حکیم نے زنا کے آزاد اور غلام مجرموں کی دو قسمیں کر دی ہیں اور دونوں کے لیے الگ الگ سزا معین فرمائی ہے۔ آزاد زانی اور زانیہ جن کے لیے آیتِ جلد کی رُو سے سو سو کوڑوں کی سزا ہے اور لونڈیاں اور غلام جن کے جرمِ زنا پر ان کو پچاس کوڑوں کی سزا دی جائیگی۔

قرآن کی اس تخصیص سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہو گئی کہ آیت جلد کا حکم صرف "محصنات" کے ساتھ خاص ہے اور غلاموں اور لونڈیوں پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوگا گویا وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

اب یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیت مذکورہ کے الفاظ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ میں مُحصنات سے کیا مُراد ہے؟ کیونکہ اسی لفظ کے مفہوم سے آیت جلد کے حکم کی گرہ کھلے گی اور یہ بات واضح ہو جائے گی کہ سو کوڑوں کی سزا کا حکم کس قسم کے افراد کے لیے آیا ہے فنِ تفسیر کا ایک مسلّمہ قاعدہ یہ ہے کہ:

القرآن یفسّر بعضہٗ	قرآن مجید کا ایک حصہ اسکے دوسرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعضا۔ حصے تفسیر بیان کرتا ہے۔

"مُحصنات" کا مفہوم

"مُحصنات" کا لفظ احصان سے بنا ہے جس کے معنیٰ ہیں "روک یا قید میں آجانا"، "قلعہ بند ہونا اور "محفوظ ہو جانا"۔ اس طرح مُحصنات کے لغوی معنی "اخلاقی طور پر قلعہ بند یا محفوظ عورتوں" کے ہیں۔

قرآن مجید میں لفظ 'محصنات' کل آٹھ مرتبہ آیا ہے اور موقع و محل کے اعتبار سے یہ لفظ درج ذیل تین معنوں میں سے کسی ایک معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ اس کے تینوں معنوں کی تفصیل یہ ہے :

۱۔ شادی شدہ عورتیں (قطع نظر اس سے کہ وہ آزاد ہوں یا لونڈیاں)۔

۲۔ آزاد کنواری عورتیں۔

۳۔ پاک دامن اور پاکباز عورتیں۔

گویا قرآن مجید کی رُو سے :

ا۔ وہ لونڈیاں بھی محصنات ہیں جو کسی کی قیدِ نکاح میں آجائیں۔ کیونکہ اس طرح ان کو اپنے شوہروں کی حفاظت و حمایت حاصل ہو جاتی ہے۔ سورہ نساء کی آیت ۲۵ کے الفاظ فَاِذَآ اُحْصِنَّ اور مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ سے یہی لونڈیاں مراد ہیں۔

ب۔ آزاد اور شادی شدہ عورتیں بھی محصنات ہیں کیوں کہ اُن کو اپنے شوہروں اور اپنے خاندانوں کی دوہری حفاظت و حمایت میسر ہوتی ہے اس معنیٰ میں یہ لفظ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۲۴، جہاں محرّماتِ نکاح کا تذکرہ ہوا ہے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے الفاظ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَآءِ (اور شادی شدہ عورتیں ہیں) المحصنات سے یہی آزاد اور شادی شدہ عورتیں مراد ہیں۔

ج۔ آزاد اور کنواری عورتیں بھی 'محصنات' کہلاتی ہیں کیونکہ انہیں بھی اپنے خاندانوں کی حمایت و حفاظت حاصل ہوتی ہے۔ سورۃ نساء کی آیت ۲۵ کے آغاز میں ارشادِ الٰہی ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ۔	اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔

اس مقام پر المحصنات سے یہی آزاد اور کنواری عورتیں مراد ہیں۔

د۔ پاک دامن اور پاکباز عورتیں بھی 'محصنات' ہیں کیونکہ وہ "اخلاقی طور پر قلعہ بند" اور "بدکاری سے محفوظ" ہوتی ہیں۔ سورۃ نور کی آیت نمبر ۴ کے الفاظ۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ۔	اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر بہتان لگاتے ہیں۔

میں المحصنات کا لفظ انہی پاکدامن اور پاکباز عورتوں کے لیے آیا ہے۔

لفظِ محصنات کے معانی کی اس تفصیل کے بعد اب درج ذیل آیت پر غور کریں۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ	اور تم میں سے جو شخص مومنہ 'محصنات' یعنی آزاد کنواری عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ ان مومنہ کنیزوں سے جو تمہارے قبضے میں ہوں، نکاح کرے اللہ تمہارے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَّلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ ۚ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ۔ (النساء: ۲۵)

ایمان کو خوب جانتا ہے۔ تم سب ایک ہی جنس ہو۔ ان کے مالکوں کی اجازت کے ساتھ ان کنیزوں سے نکاح کر لو اور دستور کے مطابق ان کے مہر ان کو ادا کر دو۔ وہ قید نکاح میں آنے والی ہوں، بدکاری اور آشنائی کرنے والی نہ ہوں۔ پھر اگر وہ قید نکاح میں آجانے کے بعد بدکاری کا ارتکاب کریں تو جو سزا 'محصنات' کے لیے مقرر ہے، اس کی نصف سزا ان پر ہوگی۔

اس ایک آیت میں لفظ 'محصنات' تین مرتبہ آیا ہے۔ پہلی مرتبہ ۔ اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ میں جس سے آزاد کنواری عورتیں، مراد ہو سکتی ہیں کیونکہ اس جگہ یہ لفظ ایک تو فتیات یعنی لونڈیوں کے مقابل میں آیا ہے جس کی وجہ سے یہاں صرف آزاد عورتیں ہی مراد لی جا سکتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان 'محصنات' سے نکاح کی اجازت موجود ہے اور یہ معلوم ہے کہ اگر وہ پہلے سے کسی کی منکوحہ ہوں تو پھر "والمحصنات من النساء" (النساء ۲۴) کے تحت محرمات نکاح میں شامل ہو جائیں۔ اس صورت میں ان سے نکاح کرنا ہی حرام ٹھہرتا ہے اور یہاں ان "محصنات" سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے اس لیے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اس پہلے مقام پر محصنات سے صرف آزاد اور کنواری عورتیں ہی مراد ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری مرتبہ لفظ "محصنات" آیت کے اس ٹکڑے "محصناتٍ غیر مسافحاتٍ" میں ان لونڈیوں کی جن سے نکاح کی اجازت ہے، یہ کیفیت و حالت بیان کرتا ہے کہ وہ "قیدِ نکاح میں آنے والی ہوں، بدکاری کرنے والی ہوں" اس کے بعد فَاِذَآ اُحْصِنَّ میں بھی انہی لونڈیوں کے نکاح کا ذکر کیا گیا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنے شوہروں کی حفاظت و حمایت حاصل کر کے داخلِ احصان یعنی محصنات ہو جائیں گی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ لونڈیاں جب بے شوہر تھیں تو وہ "محصنات" نہیں تھیں، قیدِ نکاح میں آ جانے کے بعد "محصنات" یعنی شوہر والیاں ہو گئیں۔

تیسری مرتبہ یہ لفظ "محصنات" اس آیت کے فقرے فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ میں وارد ہوا ہے۔ اس جگہ اس لفظ سے وہی "محصنات" مراد ہیں جو ابتدائے آیت میں مذکور ہوئی ہیں یعنی "آزاد کنواری عورتیں"۔ اس مقام پر یہی معنی مراد لینے کے حق میں درج ذیل دلائل ہیں۔

۱۔ **سیاقِ کلام** ۔ آیتِ مذکورہ کے آغاز سے فتیات یعنی لونڈیوں اور محصنات یعنی آزاد کنواری عورتوں کے جانبین کا بیان تقابلی انداز میں ہوا ہے پھر اس سلسلہ کلام میں ایک جانب ۔ فتیات کی حالت میں یہ تبدیلی ہوئی ہے کہ وہ کسی کی قیدِ نکاح میں آنے کی جانب کے اعتبار سے۔ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ کے تحت محصنات ہو گئی ہیں اور پھر ان کی اس حالت کو فَاِذَآ اُحْصِنَّ "جب وہ محصنات ہو جائیں" ۔ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ مگر اسکے ساتھ ساتھ دوسری جانب ۔ محصنات یعنی آزاد کنواری عورتوں کی کیفیت میں قطعاً کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اس کے بعد آخر میں انہی جانبین کا تقابل سزا کے لحاظ سے بایں الفاظ بیان ہوا ہے کہ:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ط

پھر اگر وہ لونڈیاں قیدِ نکاح میں آ جانے کے بعد بدکاری کا ارتکاب کریں تو جو سزا "محصنات" کے لیے مقرر ہے، اس کی نصف سزا ان پر ہو گی۔

اس طرح شادی شدہ لونڈیوں کے لیے ارتکابِ زنا پر اس سزا کا نصف بتایا ہے جو آزاد کنواری عورتوں کے مرتکبِ زنا ہونے پر قرآن نے مقرر کی ہے۔ یعنی شادی شدہ زانیہ لونڈیوں کے لیے پچاس کوڑے اور آزاد اور کنواری زانیہ عورتوں کے لیے سو کوڑے۔

آیت کا یہ سیاقِ کلام ہی وہ واضح قرینہ ہے جو اس مقام پر لفظ "محصنات" کے معنی کو "آزاد کنواری عورتوں" کے ساتھ متعیّن کر دیتا ہے۔

۲- **حالتِ احصان**: حالتِ احصان کے پہلو سے دیکھا جائے تو معلوم ہے کہ ایک لونڈی غیر مُحصنہ ہوتی ہے اور کسی کی قیدِ نکاح کے آنے کے بعد ہی وہ مُحصنہ ہو سکتی ہے۔ اگرچہ نکاح کے بعد بھی وہ حالتِ احصان کے اعتبار سے کامل طور پر مُحصنہ نہیں ہوتی ہے کیونکہ ایک شوہر کی حفاظت و حمایت میں آجانے کے باوجود وہ ان لوگوں کی بندگی سے آزاد نہیں ہوتی جن کی وہ ملکیت ہے اور نہ ہی معاشرت میں اسے وہ مقام حاصل ہوتا ہے جو ایک آزاد عورت کو میسر ہوتا ہے۔

اس کے علی الرغم ایک آزاد عورت پہلے ہی سے محصنہ ہوتی ہے خواہ وہ غیر شادی شدہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حُریّت کی بنا پر اسے ایک خاندان کی حفاظت و حمایت حاصل ہوتی ہے۔ اس کا مجرد حُرّہ ہونا ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے مُحصنہ ہونے کے لیے کافی ہے۔ اس کے مُحصنہ کہلانے کے لیے اُس کا کسی کی منکوحہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے اس زیرِ بحث مقام پر (محصنات) سے آزاد کنواری عورتیں ہی مراد ہیں اور یہاں اس لفظ میں ان کے شادی شدہ ہونے کا مفہوم داخل کرنا تکلف کے سوا اور کیا ہے؟

۳۔ اگر یہ کہا جائے کہ لونڈیوں کے مقابل میں جب لفظِ محصنات آتا ہے تو اس سے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں قسم کی آزاد عورتیں مراد ہوتی ہیں اور اس مقام پر وہی مراد ہیں تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ بات قرآنِ حکیم کے نظائر اور شواہد کے خلاف ہے۔ خود اسی آیت کے آغاز میں قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ط

(النساء آیت ۲۵)

اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ ان مومنہ لونڈیوں سے جو تمہارے قبضے میں ہوں، نکاح کر لے۔

اس جگہ "محصنات" کا لفظ لونڈیوں کے مقابل میں بھی آیا ہے اور اس سے صرف "غیر شادی شدہ آزاد عورتیں" ہی مُراد ہو سکتی ہیں ان کے ساتھ شادی شدہ عورتیں قطعاً مراد نہیں لی جا سکتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ پہلے سے شادی شدہ اور کسی کی منکوحہ عورتیں ہیں تو پھر اُن سے نکاح کرنا جائز کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ "والمحصنات من النساء" یعنی شادی شدہ یا کسی کی منکوحہ عورتوں کو آیت زیرِ بحث سے پہلی آیت النساء ۲۴ میں محرماتِ نکاح کے طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ایک ایسی قطعی دلیل ہے جس کے بعد اس طرح کی بات کہنے کے لیے کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

۴۔ اگرچہ لغت کے اعتبار سے یہ درست ہے کہ جہاں ایک غیر شادی شدہ عورت مُحصنہ ہے وہاں ایک آزاد شادی شدہ عورت بھی مُحصنہ ہوتی ہے مگر قرآن حکیم میں یہ لفظ ان مشترک معنوں میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوا۔ یہ لفظ جہاں بھی آیا ہے اپنے ایک ہی معنیٰ میں آیا ہے یعنی یا تو صرف شادی شدہ عورتوں کے لیے آیا ہے یا پھر صرف غیر شادی شدہ عورتوں کے لیے استعمال ہوا ہے یا پھر ان کے علاوہ اپنے تیسرے معنی، پاک دامن عورتوں، کے لیے بھی آیا ہے اور اس لفظ کے تینوں معنوں کی وضاحت ہم نے اس بحث کے آغاز میں کر دی ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ کسی ایک مقام پر بھی اپنے دو مختلف معنوں کے لیے مشترک لفظ کے طور پر مستعمل نہیں ہوا بلکہ ہر جگہ یہ لفظ اپنے تینوں معنوں میں سے کسی ایک معنیٰ میں آیا ہے۔

۵۔ زیرِ بحث مقام پر "المحصنات" لام تعریف کے ساتھ آیا ہے اور ہمارے نزدیک یہ لام تخصیص کے لیے ہے۔ اور اس سے خاص قسم کی محصنات یعنی "غیر شادی شدہ آزاد عورتیں" ہی مراد ہیں۔ اگر اس لامِ تعریف کو کوئی شخص تعمیم کے مفہوم میں لینا چاہتا ہے تو پھر اس کے معنیٰ میں صرف آزاد عورتوں ہی شامل نہ ہوں گی بلکہ لونڈیاں بھی اس لفظ کے داخلِ معنیٰ ہو جائیں گی کیونکہ قرآن حکیم نے ان کو بھی محصنات کہا ہے۔ اسی آیت زیرِ بحث میں ہے کہ:

فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا	پھر ان سے ان کے مالکوں کی اجازت لے کر نکاح کر لو اور دستور کے مطابق ان کو مہر کر دو قیدِ نکاح میں لا کر۔ نہ کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ ۚ وہ بدکاری کرنے والیاں اور آشنائی گانٹھنے والیاں ہوں۔

(النساء آیت ۲۵)

اس کے بعد مقام زیر بحث کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ "شادی شدہ لونڈیوں کو ارتکاب زنا پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں اور شادی شدہ لونڈیوں کے لیے مقرر ہے" اور ظاہر ہے کہ یہ مفہوم کس قدر لغو اور بے معنیٰ ہے۔

۶۔ اگر اس جگہ لفظ "محصنات" سے صرف "شادی شدہ آزاد عورتیں" مراد لی جائیں تو آیت جلد کا حکم انہی عورتوں کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے اس کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام میں آزاد غیر شادی شدہ عورتوں کے ارتکاب زنا کی کیا سزا ہے؟ اور اس سزا کا ماخذ کیا ہے؟۔

۷۔ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ زیر بحث مقام پر محصنات کا لفظ مطلق لونڈیوں کے مقابل میں نہیں آیا ہے بلکہ منکوحہ لونڈیوں کے مقابل میں آیا ہے گویا لونڈیوں کے بعض افراد کی سزائے زنا کا تقابل آزاد عورتوں کے بعض افراد کی سزائے زنا سے کیا گیا ہے۔ اس طرح ایک طرف تو لونڈیوں کی وہ خاص نوع ہے جس میں حالت احصان پائی جاتی ہے اور دوسری جانب ہر قسم کی آزاد عورتیں مراد نہیں بلکہ آزاد عورتوں کی صرف وہ خاص نوع مراد ہے جس میں حالت احصان کا تحقق موجود ہو اور اولین طور پر اس سے غیر شادی شدہ آزاد عورتیں ہی مراد ہو سکتی ہیں کیونکہ ان کی مجرد حریت کے سبب قرآن مجید نے ان کو اسی آیت کے آغاز میں "محصنات" کہا ہے۔

۸۔ ہمارے نزدیک سورہ نور کی آیت جلد کا حکم بھی صرف غیر شادی شدہ آزاد عورتوں اور مردوں کے ساتھ خاص ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے متصل بعد کی آیت میں انہی مرتکبینِ زنا کے نکاح کا مسئلہ زیرِ بحث آیا ہے۔ آیت یہ ہے۔

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً وَالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔

(النور آیت ۳)

زانی مرد کسی زانیہ یا مشرکہ عورت کے سوا کسی اور سے نکاح نہ کرے اور زانیہ عورت کے ساتھ زانی یا مشرک کے علاوہ کوئی اور نکاح نہ کرے۔ اہل ایمان کے لیے ایسا نکاح کرنا حرام ٹھہرایا گیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر سابقہ آیتِ جلد میں غیر شادی شدہ زانیوں کا تذکرہ نہیں ہے تو پھر اس کے بعد والی اس آیت میں ان لوگوں کے نکاح کا معاملہ زیرِ بحث آنے کا آخر کیا موقع و محل ہے؟ اگر پہلی آیت میں شادی شدہ افراد بھی شامل ہیں تو پھر ان کے لیے نکاح کا سوال چہ معنی دارد؟ ہمارے نزدیک ان دونوں آیتوں کا ربطِ کلام ہی یہ ہے کہ یہی آیت آیت جلد کنوارے زانی مردوں اور عورتوں کا بیان ہے اور دوسری آیت آیت محولہ بالا میں عام مسلمانوں کو ایسے افراد سے رشتۂ نکاح استوار کرنے سے روکا گیا ہے۔ اس طرح ہماری رائے میں آیت جلد کا حکم صرف غیر شادی شدہ اور آزاد افراد کے ارتکابِ زنا کے ساتھ مخصوص ہے۔

۹۔ عقل و حکمت اور عدل و انصاف کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جرمِ زنا کی سزا کے بارے میں اسلام کا منشا کیا ہے؟ اسلامی شریعت نے ایک ایسے شخص کے ارتکابِ زنا میں کہ جس کو اپنی فطری جنسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہش پوری کرنے کا کوئی جائز ذریعہ حاصل نہیں ہو سکا۔ اور ایک ایسے شخص کے ارتکاب زنا میں کہ جس کو اس کی فطری صنفی خواہش پوری کرنے کا ایک جائز ذریعہ میسر آچکا ہے ۔ بہرحال فرق کیا ہے اور دونوں کی حالتوں کے اختلاف کی بنا پر ان کے لیے الگ الگ سزائیں مقرر کی ہیں۔

فرض کیجیے دو عورتیں مرتکب زنا ہوتی ہیں۔ ایک کنواری اور دوسری شادی شدہ عورت ہے۔ پہلی عورت اپنی جنسی خواہش کے ہیجان میں تسکین کا کوئی جائز راستہ نہیں پاتی اور زنا کا ارتکاب کرتی ہے۔ دوسری عورت ایک شوہر کی بیوی ہے۔ اگر اس کا شوہر اس کے لیے وجہ تسکین نہیں بنتا تو وہ عورت اس سے خلع کر کے کسی اور مرد سے نکاح بھی کر سکتی ہے مگر ایک خاوند کی بیوی ہوتے ہوئے وہ مرتکب زنا ہوتی ہے اس کا یہ فعل اس کے شوہر کی حق تلفی، اس سے بدترین خیانت اور پرلے درجے کی بے وفائی ہے۔ اس نے اپنے خاوند سے باندھے ہوئے اس معاہدے کا سر عنوان مٹا ڈالا ہے جس معاہدے کو قرآن حکیم نے میثاقِ غلیظ یعنی پختہ معاہدے سے تعبیر کیا ہے کیا ان دونوں عورتوں کا مقدمہ ایک جیسا ہے؟ نہیں! ہماری عقل ان کو دو مختلف مقدمے قرار دیتی ہے کیا ان دونوں عورتوں کا جرم زنا ایک ہی درجے کا ہے؟ نہیں، ہماری بصیرت کہتی ہے کہ دونوں کا جرم یکساں درجے کا نہیں ہے بلکہ متفاوت درجوں کا ہے۔ پھر اگر ایسا ہے تو کیا ان دونوں کو ایک جیسی سزا ملنی چاہیے؟ ہرگز نہیں! عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ چونکہ کنواری عورت کا جرم نسبتاً کم ہے اور شادی شدہ عورت کا نسبتاً زیادہ، لہٰذا سزائیں بھی یہ فرق ملحوظ رکھنا چاہیے۔ کیا ایک فطری اور عقلی شریعت کے لیے یہ امر ضروری نہیں کہ وہ پہلی مجرمہ کو نسبتاً کم اور دوسری مجرمہ کو نسبتاً زیادہ سزا دے؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی حکمت کے پیشِ نظر اسلامی قانون میں غیر محصن زانی اور غیر محصنہ زانیہ کے لیے تو سو سو کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی ہے مگر محصن زانی اور محصنہ زانیہ کے لیے رجم کی حد رکھی گئی ہے۔ دو مختلف صورتوں کو یکساں حیثیت دے کر ان کے لیے ایک ہی سزا تجویز کرنا کسی طور بھی عقل و حکمت اور عدل و انصاف کے قرینِ قیاس نہیں ہے اور جو لوگ شریعت کے تمام تر احکامات کو عقل و حکمت ہی پر مبنی قرار دیتے ہیں ان کے لیے تو اس سے انکار کے لیے قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

الغرض مذکورہ بالا قرائن وشواہد کی روشنی میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ زیر بحث مقام فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ پر محصنات سے مراد صرف آزاد کنواری عورتیں ہیں اور سورہ نور کی آیت جلد کا حکم بھی صرف غیر محصن زانیوں ہی کے ساتھ خاص ہے اور امت کے تمام مفسّرینِ کرام کا اسی امر پر اجماع ہے۔

محصنات کے مفہوم کے بارے میں مفسّرین کرام کی آراء

اب ہم زیرِ بحث مقام "فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ میں لفظ محصنات کے معنی کے بارے میں اُمت کے اکابر مفسرین کی آراء پیش کرتے ہیں۔

۱۔ تفسیر طبری (ابن جریر طبریؒ، متوفی ۳۱۰ھ)

فعليهنّ نصف ما على الحرائر من الحد اذا هن زنين قبل الاحصان بالازواج۔	یعنی پھر ایسی لونڈیوں پر ان آزاد عورتوں کی حد کا نصف ہے۔ جو شادی سے پہلے زنا کا ارتکاب کریں۔

۲۔ احکام القرآن۔ (ابو بکر الجصاص، م ۳۷۵ھ)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اراد به الاحصان من جهة الحرية لا الاحصان الموجب الرجم، لانه لو اراد ذلك لم يصح ان يقال عليها نصف الرجم لانه لا يتبعض۔	اس جگہ احصان باعتبار حریت مراد ہے اور وہ احصان مراد نہیں جس پر رجم کی حد واجب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر دوسرے معنی مراد ہوتے تو پھر رجم کا نصف کہنا صحیح نہ ہوتا کیونکہ رجم کی سزا ناقابلِ تقسیم ہے۔

۳۔ احکام القرآن (ابن العربی، م ۵۴۲ھ)

يكون التقدير فاذا تزوجن فعليهن نصف ما على الابكار من العذاب وهو الجلد۔	تقدیرِ کلام یوں ہے کہ جب وہ لونڈیاں قیدِ نکاح میں آجائیں اور زنا کی مرتکب ہوں تو ان کے لیے آزاد کنواریوں کی اس سزا کا نصف ہے جو سو کوڑوں کی ہے

۴۔ مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر (امام فخر الدین رازی م ۶۰۶ھ)

اما ان يكون المراد منه الحرائر المتزوجات، او المراد منه الحرائر الابكار، والسبب في اطلاق اسم المحصنات عليهن بحريتهن والاول مشكل،	اس مقام پر محصنات سے یا تو شادی شدہ آزاد عورتیں مراد ہو سکتی ہیں یا کنواری آزاد عورتیں اس کا سبب ہے کہ ان دونوں قسم کی عورتوں پر ان کی حریت کی وجہ سے لفظِ محصنات کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ پہلی صورت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لان الواجب علی الحرائر المتزوجات فی الزنا الرجم فهذا یقتضی أن یجب فی زنا الاماء نصف الرجم ومعلوم أن ذلك باطل والثانی وهو أن یکون المراد الحرائر الابکار فنصف ما علیهن هو خمسون جلدة و هذا القدر واجب فی زنا الأمة سواء کانت محصنة أو لم یکن۔

محال ہے کیونکہ شادی شدہ عورتوں کے ارتکاب زنا کی حد رجم ہے اور اس صورت میں یہ امر مقتضی ہے کہ لونڈیوں کو زنا کے ارتکاب پر نصف رجم کی سزا دی جائے اور ظاہر ہے کہ یہ ایک بے معنی بات ہے۔ دوسرے صورت میں محصنات کے معنی کنواری آزاد عورتوں کے ہو سکتے ہیں جس کے بعد زانیہ لونڈیوں کے لیے نصف سزا یعنی پچاس کوڑے ہوں گے اور یہ حد ہر زانیہ لونڈی کے لیے ہے خواہ وہ شادی شدہ ہو یا شادی شدہ نہ ہو۔

۵۔ الجامع الاحکام القرآن (امام قرطبی، م ۶۷۱ھ)

ویعنی المحصنات ها هنا الابکار الحرائر۔

اس جگہ محصنات کے معنی ہیں "کنواری آزاد عورتیں"۔

۶۔ تفسیر مدارک (علامہ حافظ الدین نسفی، م ۷۱۰ھ)

وان المحصنات هنا الحرائر اللاتی لم یزوجن۔

اس مقام پر محصنات سے وہ آزاد عورتیں مراد ہیں جو غیر شادی شدہ ہوں۔

۷۔ تفسیر خازن (علامہ علاؤالدین بغدادی، م ۷۲۵ھ)

یعنی فعلی الاماء اللاتی زنین نصف ما علی الحرائر

یعنی زانیہ لونڈیوں پر اس سزا کا نصف ہے جو کنواری آزاد عورتوں کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الابکار اذا زنین من الجلد۔ — ان کے ارتکابِ زنا پر کوڑوں کی صورت میں ہے۔

۸۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن (شیخ محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی، م ۸۹۴ھ)

المحصنات: الحرائر الابکار۔ — محصنات سے مراد ہیں "کنواری آزاد عورتیں"۔

۹۔ تفسیر جلالین (علامہ جلال الدین سیوطیؒ، م ۹۱۱ھ و جلال الدین محلیؒ)

المحصنات: الحرائر الابکار اذا زنین۔ — محصنات یعنی کنواری آزاد عورتیں جب زنا کی مرتکب ہوں۔

۱۰۔ تفسیراتِ احمدیہ (ملّا احمد جیون۔ سنِ تالیف ۱۰۷۵ھ)

والمراد من ھٰذہ المحصنات الحرائر بلا تزویج۔ — اس جگہ "محصنات" سے مراد وہ آزاد عورتیں ہیں جو غیر شادی شدہ ہوں۔

۱۱۔ فتح القدیر (امام شوکانیؒ، م ۱۲۵۵ء)

المحصنات: أی الحرائر الابکار۔ — محصنات یعنی کنواری آزاد عورتیں۔

یہاں ہم نے صرف دس گیارہ قابلِ اعتماد مفسرین کی آراء درج کی ہیں اور طوالت سے بچنے کے لیے انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ امّت کے تمام تر مفسرین کی اس بارے میں متفقہ رائے یہی ہے کہ زیرِ بحث مقام پر "محصنات" سے صرف "کنواری آزاد عورتیں" ہی مراد ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیتِ جلد کا حکم

لفظِ "محصنات" کے مفہوم کی بحث اور اس بارے میں مفسرین کرام کی متفقہ رائے بیان کرنے کے بعد اب ہم سورۂ نور کی آیت جلد پر از سرِ نو غور کریں گے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس کا حکم کس قسم کے مرتکبینِ زنا کے لیے آیا ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(النور آیت ۲)

زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور اللہ کے قانون کے معاملے میں قطعاً کوئی نرمی اختیار نہ کرو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر صحیح ایمان رکھتے ہو۔ اور ضروری ہے کہ ان کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود رہے۔

آغازِ بحث میں ہم نے اس بات کی وضاحت کی تھی کہ آیتِ جلد کا یہ حکم صرف آزاد مرد اور عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے لونڈیاں اور غلام اس حکم میں داخل نہیں۔ اس امر کی تصریح خود قرآنِ حکیم نے فرما دی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ (النساء ۲۵)	جب وہ لونڈیاں قیدِ نکاح میں آ جائیں اور پھر اگر وہ بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان کے لیے اُس سزا کا نصف ہے جو "محصنات" کے لیے مقرر ہے۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ آیتِ جلد کا حکم درحقیقت حکم عام نہیں ہے اور آیتِ جلد کے الفاظ "اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ" میں لام تعریف تعمیم کے لیے نہیں بلکہ تخصیص کے لیے آیا ہے کیونکہ اس سے ہر قسم کے زانی لوگ مراد نہیں ہیں بلکہ لونڈیوں (اور غلاموں) کے ارتکابِ زنا پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوتا۔ ان کی تخصیص خود قرآن نے کر دی ہے۔ یوں آیتِ جلد کے حکم کو بالکل عام سمجھ لینا قرآن کی نصِ صریح کے خلاف ہے۔

آیتِ جلد اور مفسّرینِ کرام

اب ہم آیتِ جلد کے حکم کے بارے میں امتِ مسلمہ کے معتمد علیہ مفسرین کی آراء نقل کرتے ہیں۔

۱۔ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباسؓ (ابن عباسؓ متوفی ۶۸ھ)

(اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ) وھما بکران زنیا[1]	یعنی "اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ" میں دونوں کنوارے قسم کے لوگ مراد ہیں جو زنا کے مرتکب ہوں۔

---

[1] اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا (نساء آیت ۱۵) کی تفسیر کے تحت بھی حضرت ابن عباس کا یہ قول موجود ہے کہ 'الرجم للثیب والجلد للبکر' یعنی شادی شدہ کے لیے رجم اور غیر شادی شدہ کے لیے جلد کی سزا دی جائے۔ (تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ تفسیر طبری (ابن جریر طبری، م ۳۱۰ھ)

یقول تعالیٰ ذکرہ: من زانی من الرجال، او زنت من النساء، و ھو حدّ بکر غیر محصن بزوج، فاجلدوہ ضربا ماۃ جلدۃ۔	اللہ تعالیٰ نے یہاں پر جن زانی مردوں اور زانیہ عورتوں کا تذکرہ کیا ہے اور اس میں جس حد کا حکم ہے وہ صرف غیر محصن کنوارے اور غیر محصنہ کنواری کے لیے ہے پس ان کو سو سو کوڑے مارے جائیں۔

۳۔ تفسیر الکشاف (جار اللہ زمخشری، م ۵۲۸ھ)

وھو حکم من لیس بمحصن منھم، فان المحصن حکمہ الرجم۔	اس آیت کا حکم صرف کنوارے اور کنواری کے ارتکاب زنا کے لیے ہے اور شادی شدہ زانی کے لیے رجم کا حکم ہے۔

۴۔ احکام القرآن (ابن العربی، م ۵۴۲ھ)

قولہ "فاجلدوا" جعل اللہ کما تقدم حد الزنا قسمین رجما علی الثیب و جلدا علی البکر وذلک لان قولہ "الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما" عام فی کل زان ثم شرحت	جیسا کہ پہلے گزر چکا، اللہ تعالیٰ نے حدِّ زنا کی دو قسمیں کر دی ہیں شادی شدہ کے لیے رجم اور غیر شادی شدہ کے لیے سو کوڑوں کی سزا ہے فرمایا "زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں کو کوڑے مارو"، تو یہ حکم ہر قسم کے زانی کے لیے عام تھا پھر سُنّت نے شادی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السنة حال الثيب۔

شدہ کی الگ صورت واضح کی۔

۵۔ مفاتیح الغیب ـ تفسیر کبیر (امام فخر الدین رازی، م ۶۰۶ ھ)

احتج الجمهور من المجتهدين على وجوب رجم المحصن لما ثبت بالتواتر انه عليه الصلاة والسلام فعل ذلك، قال ابو بكر الرازي روى الرجم ابو بكرؓ وعمرؓ وعليؓ و جابر بن عبد الله وابو سعيد خدری وابو هريرة وبريدة الاسلمي وزيد بن خالد في آخرين من الصحابة وبعض هؤلاء الرواة روى خبر رجم ماعز وبعضهم خبر اللخمية والغامدية۔ وقال عمرؓ "لولا ان يقول الناس زاد عمر في كتاب الله لا ثبته في المصحف۔ والجواب۔ عما احتجوا به اولا انه مخصوص بالجلد فان قيل

جمہور مجتہدین کے نزدیک زانی محصن کے لیے رجم کی سزا مقرر ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے متواتر کے ساتھ یہی ثابت ہے۔ ابوبکر رازیؒ نے کہا ہے کہ رجم کی احادیث کو ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، جابر بن عبد اللہؓ ابو سعید خدریؓ، ابوہریرہؓ بُریدہ اسلمیؓ اور زید بن خالدؓ نے روایت کیا ہے پھر ان میں سے بعض راویوں نے وہ احادیث روایت کی ہیں جن میں حضرت ماعز، لخمیہ اور غامدیہ دونوں عورتوں کے رجم ہونے کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "اگر مجھے لوگوں کا یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ وہ کہیں کہ "عمرؓ نے اللہ کی کتاب میں اضافہ کیا"، تو میں اس (حکم) کو قرآن میں لکھوا دیتا۔

جن لوگوں نے اس آیت کے تحت یہ کہا ہے کہ اس میں صرف کوڑوں کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیلزم تخصیص القران بخبر الواحد قلنا بل بالخبر المتواتر لما بینا ان الرجم منقول بالتواتر ایضاً فقد بینا فی اصول الفقه ان تخصیص القران بخبر الواحد جائز۔

سزا مذکور ہوئی ہے۔ اگر رجم کو مانا جائے تو پھر خبرِ واحد سے قرآن کے حکم کی تخصیص ماننی پڑتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رجم کی روایات متواتر ہیں اس کے علاوہ اصول فقہ میں بھی ہم نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ خبر واحد سے بھی قرآن کے حکم عام کی تخصیص ہو سکتی ہے۔

۶۔ الجامع الاحکام القرآن تفسیر قرطبی (امام قرطبیؒ م ۶۷۱ھ)

(مِائَةَ جَلْدَةٍ) هذا حد الزانی الحر البالغ البکر، وکذلك الزانیة البکر الحرة .... واما المحصن من الاحرار فعلیه الرجم دون الجلد۔

اس آیت میں آزاد، بالغ، کنوارے زانی کے لیے حد بیان کی گئی ہے اور اس طرح آزاد بالغہ کنواری زانیہ عورت کے لیے بھی یہی حد ہے۔ رہے آزاد محصن زانی اور محصنہ زانیہ، تو ان کے لیے رجم کی حد ہے، کوڑوں کی حد نہیں ہے۔

۷۔ تفسیر مدارک (علامہ نسفی، م ۶۸۶ھ)

وهذا حکم حرّ لیس بمحصن، اذا حکم المحصن الرجم۔

یہ حکم اس آزاد زانی اور زانیہ کے لیے ہے جو غیر محصن یعنی کنوارے ہوں جبکہ محصن کے لیے رجم کا حکم ہے۔

۸۔ تفسیر خازن (علاؤالدین بغدادی، م ۷۲۵ھ)

وان کان الزانی محصناً

اور اگر زانی شادی شدہ ہو تو اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فعليه الرجم۔	یلے رجم کی سزا ہے۔

۹۔ تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر (حافظ ابن کثیرؒ م ۷۷۴ھ)

فاما اذا كان بكرا لم يتزوج فان حده مائة جلدة كما فى الأية... فاما اذا كان محصنًا وهو الذى قد وطى فى نكاح صحيح وهو بالغ عاقل فانه يرجم۔	جب کوئی غیر شادی شدہ کنوارا مرتکب زنا ہو تو آیت کے بموجب اس کی سزا سو کوڑے ہیں مگر جب کوئی شادی شدہ جس نے نکاح صحیح کے بعد مباشرت بھی کی ہو، مرتکب زنا ہو اور وہ عاقل بالغ بھی ہو، تو اسے رجم کیا جائے گا۔

۱۰۔ انوار التنزیل تفسیر بیضاوی (قاضی بیضاوی، م ۷۹۱ھ)

وهو حكم يختص بمن ليس بمحصن لما دل على ان حد المحصن هو الرجم۔	اس آیت کا حکم اس زانی کے ساتھ خاص ہے جو شادی شدہ نہ ہو جبکہ یہ ثابت ہے کہ شادی شدہ زانی کی حد رجم ہے۔

۱۱۔ جامع القرآن فی تفسیر القرآن (۔شیخ محمد بن عبد الرحمٰن الشافعی، م ۸۹۴ھ)

فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ.... وهذا مطلق محمول على بعض، هو حد بالغ عاقل ما جامع فى نكاح شرعى فان حكم من جامع فيه الرجم باحاديث الصحاح۔	اس آیت کا حکم بظاہر عام ہے لیکن اس پر قیود عائد ہیں جو یہ ہیں، حریت عقل، بلوغ اور شرعی نکاح کے تحت عدم مباشرت، دوسرے قیود کے ساتھ مباشرت بھی شامل ہو تو پھر احادیث صحیحہ کی رو سے رجم کی سزا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ تفسیر جلالین (جلال الدین سیوطیؒ م ۹۱۱ھ و جلال الدین محلی)

(اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي) أي غير المحصنين لرجمهما بالسنة۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي.. یعنی غیر محصن زانی اور غیر محصنہ زانیہ کیونکہ محصن زانی اور محصنہ زانیہ کو سنت کی رو سے رجم کرنے کا حکم ہے۔

۱۳۔ تفسیراتِ احمدیہ (ملا احمد جیون، سن تالیف ۱۰۷۵ھ)

الحكم المذكور في الآية وهو الجلد انما هو لغير المحصن وللمحصن الرجم۔

اس آیت میں جو حکم مذکور ہوا ہے وہ کوڑوں کی سزا ہے جو صرف غیر محصن زانی کے لیے ہے اور محصن زانی کے لیے رجم کی سزا ہے۔

۱۴۔ تفسیر مظہری (قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، م ۱۲۲۵ھ)

اجمع علماء الامة على ان الزانية والزاني اذا كانا حُرّين عاقلين بالغين غير المحصنين فحدهما ان يجلد كل واحد منهما مائة جلدة بحكم هذه الآية۔

علمائے امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت کے حکم کی رُو سے آزاد، عاقل، بالغ اور غیر محصن زانی اور غیر محصنہ زانیہ دونوں کو سو سو کوڑے مارے جائیں۔

۱۵۔ فتح القدیر (امام شوکانی، م ۱۲۵۰ھ)

(مِائَةَ جَلْدَةٍ) هو حد الزاني الحر البالغ البكر وكذلك الزانية، اما من كان محصناً من الاحرار فعليه الرجم بالسنة المتواترة

اس آیت میں آزاد بالغ، کنوارے زانی اور کنواری زانیہ کی حد بیان کی گئی ہے، مگر آزاد محصن زانی اور آزاد محصنہ زانیہ کو سنتِ متواترہ اور اجماعِ مسلمین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وباجماع اهل العلم۔ کے موجب رجم کرنے کا حکم ہے۔

۱۶۔ روح المعانی (علامہ محمود آلوسی، م ۱۲۷۰ھ)

... وقد اجمع الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنهم ومن تقدم من السلف وعلماء الأمة وائمة المسلمين على ان المحصن يرجم بالحجارة حتى يموت وانكار الخوارج ذلك باطل لا نهم ان انكروا حجية اجماع الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنهم فجهل مركب۔ وان انكروا وقوعه من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لانكارهم حجية خبر الواحد فهو بعد بطلانه بالدليل ليس ما نحن فيه لان ثبوت الرجم منه علیه الصلوٰة والسلام متواتر

اس امر پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، علمائے سلف وخلف اور ائمۂ اسلام کا اجماع ہے کہ شادی شدہ زانی اور زانیہ کو رجم کر کے ہلاک کیا جائے گا، اس بارے میں خوارج کا اختلاف باطل ہے کیونکہ اگر وہ اجماعِ صحابہ کی حجیت کا انکار کرتے ہیں تو یہ جہل مرکب ہے اگر وہ محض خبر واحد کی حجیت سے انکار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حکم کے ثبوت کا انکار کرتے ہیں تو اس ... بات کے باطل ہونے کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ رجم متواتر المعنی احادیث سے ثابت ہے۔

۱۷۔ تفسیر مواہب الرحمٰن (سید امیر علی، م ۱۳۳۷ھ)

"اگر یہ کہا جائے کہ آیت میں زانیہ اور زانی بے شبہ عموم پر ہیں خواہ محصن ہوں یا غیر محصن ہوں تو تم نے کیوں اس پر عمل نہ کیا؟ جواب یہ ہے کہ عموم سے تخصیص واقع ہوئی ہے یعنی زانیہ باندی وزانی غلام کے واسطے سو درّے کا حکم نہیں بدلیل قطعی قولہ تعالیٰ۔

فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى تو ان (لونڈیوں) پر "محصنات" کی سزا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ کا نصف ہے۔

پس جب عموم نہیں رہا تو ہم نے معلوم کیا بذریعہ مشہور حدیثِ رجم و اجماع کے کہ زانیہ غیر مُحصنہ کا حکم دُرّے ہیں اور مُحصنہ کا حکم رجم ہے۔

۱۸۔ تفسیر مراغی (احمد مصطفیٰ مراغی، م ۱۳۶۵ھ)

ان کان الزانیان محصنین واستوفیا الشروط الآتیۃ وھی ان یکون بالغین عاقلین حرّین مسلمین متزوجین بعقد نکاح صحیح۔ وجب رجمھما: ای رمیھما بالحجارۃ حتی یموتا۔

لیکن اگر زانی محصن ہو اور زانیہ مُحصنہ ہو اور ان میں درج ذیل شرائط بھی پائی جائیں یعنی بلوغ، عقل، حُرّیت، اسلام نکاحِ صحیح کی زوجیت تو پھر ان دونوں کے لیے رجم یعنی پتھر مار مار کر کرنے کی سزا ہے۔

۱۹۔ فی ظلال القرآن (سید قطب، م ۱۳۸۵ھ)

والجلد ھو حد البکر من الرجال والنساء وھو الذی لم یحصن بالزواج ویرفع علیہ متی کان مسلما بالغا عاقلا حرا۔ فاما المحصن وھو من سبق لہ الوطی فی نکاح صحیح ومسلم حر بالغ فحدہ الرجم۔ وقد ثبت الرجم بالسنۃ وثبت الجلد بالقرآن ولما کان النص القرآنی مجملا و

کوڑوں کی یہ سزا اس کنوارے مرد اور کنواری عورت کے لیے ہے جن میں نکاح کی حالت احصان نہ پائی جاتی ہو۔ اور پھر وہ مسلمان" بالغ عاقل اور آزاد رہتے ہوئے زنا کا ارتکاب کریں مگر جو محصن زانی اور محصنہ زانیہ ہو اور وہ مباشرت بھی کر چکے ہوں تو ان کے لیے رجم کی سزا مقرر ہے۔ حدِ رجم سنت سے ثابت ہے اور کوڑوں کی حد قرآن سے ثابت ہے اور جبکہ قرآن کی نص مجمل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عاما، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد رجم الزانيين المحصنين، فقد تبين من هذا ان الجلد خاص لغير المحصنين۔	اور عام نوعیت کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محصن اور محصنہ زانیوں کو چونکہ رجم کی سزا دی تو اس سے ظاہر ہوا کہ کوڑوں کی سزا صرف غیر محصن زانیوں کے لیے ہے۔

۲۰۔ تفہیم القرآن (ابو الاعلیٰ مودودی، م ۱۳۹۹ھ)

یہ امر کہ زنا بعد احصان کی سزا کیا ہے قرآن مجید نہیں بتاتا بلکہ اس کا علم ہمیں حدیث سے حاصل ہوتا ہے۔ بکثرت روایات سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف قولاً اس کی سزا رجم (سنگساری) بیان فرمائی ہے بلکہ عملاً آپ نے متعدد مقدمات میں یہی سزا نافذ بھی کی ہے۔ پھر آپ کے بعد چاروں خلفائے راشدین نے اپنے اپنے دور میں یہی سزا نافذ کی اور اس کے قانونی سزا ہونے کا بار بار اعلان کیا۔ صحابہ کرام اور تابعین تک یہ مسئلہ بالکل متفق علیہ تھا کسی ایک شخص کا بھی کوئی قول ایسا موجود نہیں ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ قرنِ اول میں کسی کو اس کے ایک ثابت شدہ حکم شرعی ہونے میں کوئی شک تھا۔ اس کے بعد تمام زمانوں اور ملکوں کے فقہائے اسلام اس بات پر متفق رہے ہیں کہ یہ ایک سنت ثابتہ ہے کیونکہ اس کی صحت کے اتنے متواتر اور قوی ثبوت موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے کوئی صاحب علم اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ امت کی پوری تاریخ میں بجز خوارج اور بعض معتزلہ کے کسی نے بھی اس سے انکار نہیں کیا ہے اور ان کے انکار کی بنیاد یہ نہیں تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حکم کے ثبوت میں وہ کسی کمزوری کی نشان دہی کر سکے ہوں بلکہ وہ اسے قرآن کے خلاف قرار دیتے تھے۔ حالانکہ یہ ان کے اپنے فہمِ قرآن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا قصور تھا۔ وہ کہتے تھے قرآن "اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ" کے مطلق الفاظ استعمال کر کے اس کی سزا سو کوڑے بیان کرتا ہے لہٰذا قرآن کی رُو سے ہر قسم کے زانی اور زانیہ کی یہی سزا ہے اور اس سے زانی محصن کو الگ کر کے اس کی کوئی اور سزا تجویز کرنا قانونِ خداوندی کی خلاف ورزی ہے۔ مگر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ قرآن کے الفاظ جو قانونی وزن رکھتے ہیں، وہی قانونی وزن ان کی اس تشریح کا بھی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہو بشرطیکہ وہ آپ سے ثابت ہو۔

ان حوالوں کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ امت کے تمام معتمد علیہ مفسرین کی یہ متفقہ رائے ہے کہ آیتِ جلد کے حکم کا اطلاق صرف غیر شادی شدہ آزاد مردوں اور عورتوں کے ارتکابِ زنا پر ہوتا ہے۔ اور اس حکم میں شادی شدہ زانی مرد اور عورتیں شامل نہیں ہیں بلکہ ان کا معاملہ الگ نوعیت رکھتا ہے اور ان کے لیے رجم کی سزا مقرر ہے۔

قرآنِ حکیم اور قتلِ نفس

قرآن کا اجمال اور سنت کی تفصیل

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ قرآن مجید اصول و کلیات کی کتاب ہے اور اس میں بیشتر احکام ایسے ہیں جو مُجمل طور پر بیان ہوئے ہیں۔ اور ان کی تفصیل قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ ایسے مجمل احکام کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے ہمیں سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے تاکہ قرآن کے کسی اجمالی حکم کی تفصیلی صورت سامنے آئے اور اس پر عمل کرنا ممکن اور آسان ہو جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی ایک مثال نماز ہے۔ وہ نماز جو اسلام کا ایک بنیادی رکن اور عاد الدین ہے، جو ایک مسلمان اور کافر کے درمیان عملی سرحد ہے، جس کا ادا کرنا سفر و حضر حتیٰ کہ عین میدانِ جنگ میں بھی ضروری ہے۔ لیکن سب جانتے ہیں کہ قرآن مجید نے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (نماز قائم کرو) کا صرف مجمل حکم دیا ہے اور اس کے پانچ اوقات کا تعین، اس کی رکعات کی تعداد اور اس کی عملی ہیئت ان میں سے کوئی چیز بھی قرآن میں مذکور نہیں ہوئی ہے۔ یہ ساری تفصیلات ہمیں سنت کے ذریعے ملتی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر سنت نے نماز پڑھنے کی تفصیل نہ بیان کی ہوتی تو کوئی شخص بھی قرآن کی مطلوبہ نماز ادا نہ کر سکتا۔

اس طرح قرآن مجید نے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جو نماز کے بعد دوسرا اہم ترین رکن دین ہے۔ مگر قرآن ہمیں یہ نہیں بتاتا کہ زکوٰۃ کس پر واجب ہے اور کون صاحبِ نصاب ہے؟ زکوٰۃ کب اور کتنی ادا کی جائے؟ یہ ساری تفصیل ہمیں سنتِ مبارکہ میں ملتی ہے جس کے بعد زکوٰۃ کے قرآنی حکم پر عمل کرنے کی صورت سامنے آتی ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ (الانعام: ۱۵۱)

اور کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو جس کا قتل کیا جانا اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔

مذکورہ بالا آیت بالا اہل ایمان کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ کسی جان کو ناحق قتل نہ کریں۔ البتہ اگر کوئی جان اِلَّا بِالْحَقِّ کے تحت مباح الدم ہو جائے تو تو اسے قتل کر سکتے ہیں۔

اس آیت میں "اِلَّا بِالْحَقِّ" کا استثناء مجمل طور پر بیان ہوا ہے اور اس کی پوری تفصیل ہمیں قرآن مجید میں نہیں ملتی کہ کن کن صورتوں میں کون کون سی جان اِلَّا بِالْحَقِّ میں داخل ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی رُو سے کسی مسلمان کا خون اس وقت مباح ہو جاتا ہے جب وہ:

۱- کسی شخص کو قتل کر دے۔

۲- شادی شدہ ہو اور پھر ارتکاب زنا کرے۔

۳- دینِ اسلام کو چھوڑ کر مُرتد ہو جائے۔

اس حدیث کو امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت سے صحیح بخاری (کتاب الدیات) میں بیان کیا ہے اور سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ اور ابوامامہ بن سہل عن عثمانؓ کی روایات میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

اب ہم سورۂ انعام کی اس آیت کے ٹکڑے اِلَّا بِالْحَقِّ کے بارے میں امّتِ مسلمہ کے معتبر مفسرین کرام کی آرا پیش کریں گے تاکہ اس حصے کی تفسیر کے بارے میں ان کی آراء معلوم ہو سکیں:

۱- تنویر المقباس من تفسیر ابن عباسؓ

اِلَّا بِالْحَقِّ —— بالعدل یعنی بالقود والرجم والارتداد۔

اِلَّا بِالْحَقِّ کے معنی ہیں عدل و انصاف کی رُو سے، یعنی قصاص، رجم اور ارتداد کی صورتوں میں کسی جان کو قتل کیا جا سکتا ہے۔

۲- تفسیر طبری

اِلَّا بِالْحَقِّ —— یعنی أُباح قتلها به، من ان تقتل نفسا، فتقتل قَوَادًا بها، أو تزني وهي محصنة، فترجم، أو ترتد عن دينها الحق فتقتل، فذلك

یعنی وہ صورت جس میں کوئی جان مباح الدم قرار پاتی ہے یہ ہے کہ کوئی جان دوسری جان کو قتل کر دے اور پھر قصاص کے طور پر قتل کی جائے یا وہ شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کی مرتکب ہو اور پھر اُسے رجم کر دیا جائے۔

الحق الذی [illegible]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلّ ثناؤه قتل النفس التي حرّم علی المؤمنین قتلها به۔

پھر مار ڈالی جائے اللہ تعالیٰ کا فرمودہ یہی وہ "الحق" ہے جس کے تحت مسلمانوں کے لیے کسی جان کو قتل کرنا مباح ٹھہرتا ہے۔

۳۔ معالم التنزیل (امام بغوی، متوفی ۵۱۶ھ)

اِلَّا بِالْحَقِّ ـــ الا بما ابیح قتله من ردة او قصاص او زنا موجب الرجم۔

الا بالحق سے مراد وہ حقِ شرعی ہے۔ جس کے تحت کسی شخص کو قتل کیا جا سکتا ہے جیسے ارتداد، قصاص اور وہ زنا جس پر حدِ رجم ہے۔

۴۔ تفسیر کشاف

اِلَّا بِالْحَقِّ ـــ کالقصاص والقتل علی الردّة والرجم۔

قصاص، مرتدین کا قتل اور رجم سب اِلَّا بِالْحَقِّ میں داخل ہیں۔

۵۔ تفسیر کبیر

اِلَّا بِالْحَقِّ ـــ ای قتل النفس المحرمة قد یکون حقا لجرم یصدر منها۔ والحدیث ایضاً موافق لهٗ وهو قوله علیه السلام "لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث کفر بعد ایمان، وزنا بعد احصان وقتل نفس بغیر نفس"۔

یعنی کسی جانِ محترم کو اس کے جرم کی وجہ سے قتل کر دینا واجب بھی ہو جاتا ہے اور قرآن کے اس حکم کے موافق وہ حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مسلمان کا خون بغیر تین صورتوں کے حلال نہیں ۱۔ اگر وہ ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے یعنی مرتد ہو جائے ۲۔ اگر وہ شادی ہو جانے کے بعد زنا کا ارتکاب کرے ۳۔ اگر وہ کسی کو ناحق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتل کر دے ۔"

والقرآن دل علی سبب الرابع، وھو قولہ تعالیٰ (اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا...)	اور قرآن نے چوتھا سبب یہ بتایا ہے جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے میں سرگرم عمل ہیں ان کی سزا بس یہ ہے کہ وہ چُن چُن کر قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر لٹکائے جائیں ۔

۶۔ تفسیر قرطبی

اِلَّا بِالْحَقِّ ــــ الذی یوجب قتلھا.... وقال صلی اللہ علیہ وسلم "لایحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث: الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینہ المفارق للجماعۃ ۔	الا بالحق یعنی جس کے تحت کوئی جان واجب القتل ہو جاتی ہے.... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی مسلمان کا خون مباح نہیں سوائے اس کے کہ تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہو ۱۔ یہ کہ وہ شادی شدہ ہو اور پھر مرتکب زنا ہو۔ ۲۔ یہ کہ وہ قاتل ہو۔ ۳۔ یہ کہ وہ دین کو چھوڑ کر جماعتِ مسلمین سے الگ ہو جائے ۔"

۷۔ مجمع البیان فی تفسیر القرآن (شیخ ابو علی طبرسی)

الحق الذی یستباح	وہ حق جس کے تحت کسی محترم جان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتل النفس المحرم قتلها ثلاثة اشياء: القود والزنا بعد احصان والکفر بعد ایمان۔

کا قتل مباح ہو جاتا ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔ قصاص، حالتِ احصان کے بعد زنا کا ارتکاب، ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرنا۔

۸۔ تفسیر مدارک

اِلَّا بِالْحَقِّ۔ کالقصاص والقتل علی الردۃ والرجم۔

قصاص، مرتدین کا قتل اور (شادی شدہ زانی کے لیے) رجم، یہ سب الّا بالحق کے تحت آتے ہیں۔

۹۔ تفسیر خازن

اِلَّا بِالْحَقِّ۔ وھی التی ابیح قتلھا من ردۃ او قصاص او زنا بعد احصان وھو الذی یوجب الرجم۔

"اِلّا بالحق" کے تحت قتل کرنا جائز ہے۔ جیسے مرتدین کو قتل کرنا، یا قاتل سے قصاص لینا یا زانی محصن کو سنگسار کرنا

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم لا یحل دم امرئ مسلم یشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ الّا باحدی ثلاث: الثیب الزانی، والنفس بالنفس، والتارک لدینہ المفارق للجماعۃ"

حضرت (عبداللہ) ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی مسلمان کا خون مباح نہیں، دراں حالیکہ وہ یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔ مگر تین صورتوں میں اس کا خون مباح ہو جاتا ہے اولاً یہ کہ زانی محصن ہو، ثانیاً یہ کہ وہ قاتل ہو اور ثالثاً یہ کہ وہ دینِ اسلام چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ تفسیر ابن کثیر

فقد جاء فی الصحیحین عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " لا یحل دم امرئ مسلم یشھد ان لا الٰہ الا اللہ و أنی رسول اللہ إلا باحدی ثلاث: الثیب الزانی والنفس بالنفس و التارک لدینہ المفارق للجماعۃ " . . . . . .

صحیحین یعنی بخاری و مسلم میں حضرت (عبداللہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " کسی مسلمان کا خون حلال نہیں اس حال میں کہ وہ یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا برحق رسول ہوں، سوائے تین حالتوں کے (جن میں اس کا خون مباح ہو جاتا ہے) (۱) جبکہ وہ زانی محصن ہو (۲) جبکہ اس پر قصاص واجب ہو۔ (۳) جب وہ دینِ اسلام کو چھوڑ کر جماعتِ مسلمین سے الگ ہو جائے " . . . . .

وعن امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ انہ قال وھو محصور: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول " لا یحل دم امرئ مسلم إلا باحدی ثلاث: رجل کفر بعد اسلامہ،

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جب وہ دشمنوں کے نرغے میں تھے، کہا " میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ " کسی مسلمان کا خون حلال نہیں بغیر تین صورتوں کے۔ اول یہ کہ وہ اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرے۔ دوم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

او زنی بعد احصانه او قتل نفسا بغیر نفس" فوالله ما زنیت فی جاهلیة ولا اسلام ولا تمنیت أن لی بدینی بدلا منه بعد اذ هدانی الله، ولا قتلت نفسا، فبم تقتلوننی؟

یہ کہ وہ شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرے سوم یہ کہ وہ کسی کو ناحق قتل کر ڈالے" خدا کی قسم! میں نہ تو جاہلیت میں کبھی زنا کا مرتکب ہوا اور نہ اسلام لانے کے بعد۔ اور میں نے کبھی اپنا دین بدلنے کا ارادہ نہیں کیا جب سے مجھے اللہ نے ہدایت بخشی اور نہ ہی میں نے کسی کو قتل کیا ہے پھر مجھے کس بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو؟ اس روایت کو امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیثِ حسن ہے۔

رواه الامام احمد و الترمذی و النسائی و ابن ماجة وقال الترمذی و هذا حدیث حسن.

۱۱۔ تفسیر بیضاوی

إِلَّا بِالْحَقِّ کالقود وقتل المرتد ورجم المحصن.

قاتل سے قصاص لینا، مرتد کو قتل کرنا اور شادی شدہ زانی کو رجم کرنا "الا بالحق" کے تحت داخل ہے۔

۱۲۔ تفسیر جلالین

إِلَّا بِالْحَقِّ کالقود وحد الردة ورجم المحصن۔

قصاص، حدِ ارتداد اور زانی محصن پر حدِ رجم "الا بالحق" میں شامل ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔ تفسیر مظہری

أی بحق یبیح قتله من ردة او قصاص او زنا بعد احصان او نقض عهد او بغی او قطع طریق۔

یعنی وہ حق شرعی جس کے سبب سے کسی شخص کا قتل مباح ہو جاتا ہے وہ ارتداد ہے، یا قصاص ہے، یا شادی کے بعد زنا کا ارتکاب ہے۔ یا اسلامی حکومت سے غیر مسلم کی عہد شکنی ہے یا بغاوت ہے۔ یا رہزنی ہے۔

۱۴۔ تفسیر فتح القدیر

ومن الحق قتلها قصاصا و قتلها بسبب زنا المحصن، وقتلها بسبب الردة ونحو ذلك من الاسباب التی ورد الشرع بها۔

اور وہ "حق" یہ ہے، کسی کو قصاص میں قتل کرنا، کسی شادی شدہ کو زنا کے جرم میں قتل کرنا، کسی کے مرتد ہو جانے پر اسے قتل کرنا اور اسی قبیل کے وہ اسباب قتل جو شریعت میں وارد ہوئے ہیں۔

۱۵۔ تفسیر روح المعانی

وَبِالْحَقِّ الذی هو أمر الشرع بقتلها و ذلك كما روی فی الخبر بالكفر بعد الایمان والزنا بعد الاحصان و

اور "بالحق" سے مراد وہ صورتیں ہیں جن کے تحت قتل نفس واجب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ارتداد سے، شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرنے سے، اور کسی بے گناہ جان کو قتل کرنے سے کسی شخص کا خون

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتل النفس المعصومة۔

مباح ہو جاتا ہے۔

١٦۔ تفسیر مراغی

وقوله "إِلَّا بِالْحَقِّ"، إيماء إلى أن قتل النفس قد يكون لِجُرم يصدر منها كما جاء في الحديث "لا يحل دم امرئ مسلم إلا بأمور ثلاثة: كفر بعد ايمان، و زنا بعد احصان، و قتل نفس بغير حق"۔

"اِلَّا بِالْحَقِّ" کا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ کسی جرم کے صادر ہونے کے بعد اس مجرم جان کو قتل کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ "کسی مسلمان کا خون بغیر تین صورتوں کے مباح نہیں ہے۔ یہ کہ وہ ایمان لانے کے بعد کافر یعنی مرتد ہو جائے۔ یہ کہ وہ شادی شدہ ہو اور پھر مرتکب زنا ہو۔ یہ کہ وہ کسی اور جان کو ناحق قتل کر دے"...

والخلاصة۔ إن قتلها بالحق هو أمر الشارع بإباحة قتلها كقتل القاتل عمدًا او قتل الزاني المحصن۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی شخص کو حق شرعی کے تحت مباح الدم قرار دینے کے بعد قتل کر دینا شارع علیہ السلام کا حکم ہے جیسے قاتل کو قتل کرنا یا شادی شدہ زانی کو قتل کر دینا۔

١٧۔ تفسیر کاشف

الأصل في قتل النفس التحريم، ولا يحل إلا بسبب موجب، وهو واحد

کسی جان کے قتل کے بارے میں اصل چیز حُرمت ہے اور کسی شرعی سبب کے بغیر قتلِ نفس جائز نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من أربعة: نصّت السنة النبوية على ثلاثة منها، وهي قوله (ص) لا يحل دم امرئ مسلم إلا باحدى ثلاث: كفر بعد ايمان، وزنا بعد احصان، وقتل نفس بغير حق" ونص الكتاب على السبب الرابع في الآية ٣٣ من سورة المائدة: إِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا ....

ہے۔ شرعی اسباب چار ہیں جن میں سے تین اسباب کے بارے میں سنّت کی نص موجود ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کسی مسلمان کا خون سوائے تین حالتوں کے مباح نہیں ہے۔ ۱۔ یہ کہ وہ مرتد ہو جائے۔ ۲۔ یہ کہ وہ شادی شدہ ہو اور پھر زنا کا مرتکب ہو۔ ۳۔ یہ کہ وہ کسی کو ناحق قتل کر دے" اور قرآن میں سورہ مائدہ کی آیت ۳۳ کے اندر چوتھی حالت یہ بیان ہوئی ہے کہ "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں۔ ان کی سزا تو یہ ہے کہ وہ چُن چُن کر قتل کئے جائیں یا سُولی پر لٹکا دیے جائیں"۔ .....

۱۸۔ تفسیر فی ظلال القرآن

والحق الذي تؤخذ به النفس بينه الله في شريعته، ولم يتركه للتقدير والتأويل:

اور وہ "حق" جس کے بخت کسی کی جان لی جا سکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت میں بیان فرما دیا ہے اور اسے لوگوں کی رائے یا قیاس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فھو انتصاص ۔ ۔ ۔ ۔	پر نہیں چھوڑا ہے ، اور وہ قصاص ہے ...
وھو القتل فی ردۃ	اور وہ ارتداد ہے ۔ ۔ ۔ اور وہ شادی
عن الاسلام ۔ ۔ ۔ ۔	شدہ زانی کی حد ہے ... اور وہ فساد
وھو القتل لحد فی زنا	فی الارض ہے اور وہ بغاوت ہے
المحصن ۔ ۔ ۔ ۔ وھو القتل	قرآن کی اس نص کے مطابق کہ " جو
للافساد فی الارض، والخروج	لوگ اللہ اور اس کے رسول ؐ سے جنگ
بالقوۃ لتقنیذ النص بھذہ الحالۃ	کرتے ہیں ان کی سزا تو یہ ہے کہ
"اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ	وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کر دیے
وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ	جائیں یا سُولی پر لٹکا دیے جائیں یا
فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ	ان کے ہاتھ پاؤں اُلٹی ترتیب سے
اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ"	کاٹ ڈالے جائیں " ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۱۹۔ معارف القرآن (مفتی محمد شفیع مرحوم، م ۱۱ شوال ۹۶ ۱۳ ھ)

" یعنی جس شخص کا خون اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر " اور اس حق کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بیان فرمائی ہے جو بروایت عبداللہ بن مسعودؓ، بخاری و مسلم نے نقل کی ہے وہ یہ کہ آپؐ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں، مگر تین چیزوں سے، ایک یہ کہ وہ شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری میں مبتلا ہو جائے، دوسرے یہ کہ اس نے کسی کو ناحق قتل کر دیا ہو، اس کے قصاص میں مارا جائے، تیسرے یہ کہ اپنا دینِ حق چھوڑ کر مرتد ہو گیا ہو۔

حضرت عثمان غنیؓ جس وقت باغیوں کے نرغہ میں محصور تھے اور لوگ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو قتل کرنا چاہتے تھے اس وقت بھی حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو یہ حدیث سنا کر کہا کہ بحمداللہ میں ان تینوں چیزوں سے ... بری ہوں، میں نے زمانہ اسلام میں تو کیا زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی بدکاری نہیں کی، اور نہ میں نے کسی کو قتل کیا، اور نہ کبھی میرے دل میں یہ وسوسہ آیا کہ میں اپنے دینِ اسلام کو چھوڑ دوں، پھر تم مجھے کس بنا پر قتل کرتے ہو۔"

(معارف القرآن جلد ۳ ص ۴۸۶)

۲۰۔ تدبرِ قرآن (مولانا امین احسن اصلاحی)

"ہر جان بجائے خود محترم ہے اس وجہ سے اس کی صفت اَلَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ (جس کو اللہ نے حرام ٹھہرایا) وارد ہوئی ہے اس سے مستثنیٰ صرف وہ جان ہے جو کسی حقِ شرعی یا بالفاظِ دیگر قانون کے تحت مباح الدم قرار پا جائے۔ مثلاً کسی پر قصاص عائد ہو یا وہ اللہ و رسول کے خلاف بغاوت کے لیے اٹھ کھڑا ہو یا زنا کی اس شکل کا مرتکب ہوا ہو جس پر رجم کی سزا ہے۔ اس قسم کے حقِ شرعی و قانونی کے بغیر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں۔" (جلد دوم ص ۵۷۰)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۴

سُنّت اور سزائے رجم

اب ہم تفصیل کے ساتھ ان تمام احادیثِ صحیحہ کا استقصاء کریں گے جن سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ آزاد زانیوں پر کوڑوں کی بجائے رجم کی سزا نافذ کی۔ اس سلسلے میں ہم پہلے قولِ رسولؐ اور اس کے بعد فعلِ رسولؐ بیان کرتے ہیں۔

(۱) قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ عن عائشة رضی الله عنها، قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "لا یحل دم امرئ مسلم یشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله، الا باحدی ثلاث: رجل زنی بعد احصان فانه یرجم ورجل خرج محاربا لله و رسوله فانه یقتل او یصلب او ینفی من الارض، او یقتل نفسا فیقتل بها۔

(ابوداؤد۔ کتاب الحدود)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کسی مسلمان کا خون مباح نہیں ہے جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں مگر تین صورتوں میں اسکا خون مباح ہو جاتا ہے پہلی صورت یہ ہے کہ وہ شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرے اس جرم پر اسے سنگسار کیا جائے گا دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اسکے رسولؐ سے بغاوت کرے تو اس جرم کی پاداش میں اسے قتل کیا جائے گا یا پھانسی دی جائے گی یا اسے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ کسی اور کو قتل کر دے تو اس پر اسے بھی (قصاص کے طور پر) قتل کر دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہؓ (بن مسعود) سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا الله، وانی رسول الله، الا باحدی ثلاث: النفس بالنفس والثيب الزانی، والمارق من الدين التارك الجماعة ...

(صحیح بخاری، کتاب الدیات)

روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی مسلمان کا خون مباح نہیں جب کہ وہ یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر تین حالتوں میں اس کا خون مباح ہو گا پہلی یہ کہ قصاص کی حالت میں دوسری یہ کہ شادی شدہ زانی ہونے کی صورت میں اور تیسری یہ کہ دین کو چھوڑے اور جماعتِ مسلمین سے الگ ہونے کی شکل میں۔

۳۔ عن ابی امامة بن سهل، قال: كنا مع عثمان، وهو مع عثمان، وهو محصور فی الدار، وكان فی الدار مدخل مَن دخله سمع كلام من على البلاط، فدخله عثمان، فخرج

حضرت ابوامامہ بن سہل کہتے ہیں کہ میں اور دوسرے لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے جب وہ اپنے گھر میں محصور تھے اور اس گھر کا ایک راستہ تھا جس کے اندر کھڑا آدمی مقامِ بلاط پر کھڑے لوگوں کی بات بآسانی سن سکتا تھا۔ حضرت عثمان وہاں تشریف لائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إليـنا وهـو متغـير
لـونـهٗ فقال: انـهـم
لـيتـواعـدونـني بالقتل
انفًا، قال: قلنا يكفيكم
الله يا امير المومنين۔
....
قال:
ولم يقتلونني؟
سمعت رسول الله
صلّى الله عليه وسلّم
يقول" لا يحل دم
امرئ مسلم إلا
باحدى ثلاث: كفر
بعد اسلام، او زنا
بعد احصان، او قتل
نفس بغير نفس،
فوالله ما زنيت في
جاهلية ولا في اسلام
قط، ولا احببت ان لي
بديني بدلاً منذ
هداني الله، ولا قتلت

ان کے چہرے کا رنگ متغیر تھا۔
وہ باہر نکلے اور فرمایا" ابھی یہ لوگ
مجھے قتل کر دینے کی دھمکی دے
رہے تھے" ہم نے عرض کیا" اے
امیر المومنین! ان کے مقابل میں
اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کافی ہے۔
" فرمایا" یہ لوگ کیوں میرے قتل
کے درپے ہیں"
" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ" کسی
مسلمان کا خون حلال نہیں سوائے
اس کے کہ تین صورتوں میں سے
کوئی ایک صورت واقع ہو: وہ
اسلام لانے کے بعد کفر اختیار
کرے یا شادی کے بعد زنا کا
ارتکاب کرے، یا کسی کو ناحق قتل
کر دے۔ خدا کی قسم! میں نہ تو
جاہلیت میں زنا کا مرتکب ہوا
اور نہ اسلام لانے کے بعد دوسرے
یہ کہ میں نے اپنا دین بدلنا بھی کبھی
پسند نہیں کیا جب سے مجھے اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفساً، فبِمَ يقتلوننى"؟ (سنن ابی داؤد-کتاب الدیات)

نے ہدایت کی توفیق دی ہے۔ تیسرے یہ کہ میں نے کسی کو ناحق قتل بھی نہیں کیا، پھر یہ لوگ مجھے کس بنا پر قتل کرنا چاہتے ہیں

ان تینوں احادیث کو روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ازروئے سُنّت شادی شدہ زانی کے لیے کوڑوں کی بجائے قتل بصورتِ رجم کی سزا مقرر ہے۔

(ب) فعلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴۔ عن ابی هريرة رضى الله عنه قال اتى رجلٌ رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو فى المسجد فناداه فقال يا رسول الله! انى زنيت۔ فاعرض عنه حتى ردد عليه اربع مرات، فلما شهد على نفسه اربع شهادات۔ دعاه النبى صلى الله عليه وسلم فقال: أبك جنون؟ قال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس آدمی نے آپ کو آواز دی اور کہا: "اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے"! آپؐ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی اس آدمی نے آپ کو چار مرتبہ متوجہ کرنے کی کوشش کی پھر جس وقت اس نے چار دفعہ قسم کھا کر اپنے جرم کا اقرار کر لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر پوچھا "کیا تو پاگل ہے؟ وہ بولا"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" لا " قال " فهل احصنت"؟	" نہیں " آپ نے پوچھا " کیا تو شادی
قال " نعم " فقال النبی صلّی اللہ	شدہ ہے؟ جواب ملا " جی ہاں " اس
علیہ وسلم " اذہبوا بہ	کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم
فارجموہ " (صحیح بخاری)	دیا " لوگو! اسے لے جا کر سنگسار کر دو "
۵۔ عن جابر بن عبد اللہ	حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کی
الانصاری أن رجلا	روایت ہے کہ قبیلۂ اسلم کا ایک شخص
من اسلم اتی رسول	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم	حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اس نے زنا
فحدّثہ انّہ قد زنی، فشہد	کا ارتکاب کیا ہے۔ پھر اس نے چار
علی نفسہ اربع شہادات	دفعہ قسم کھاتے ہوئے اپنے جرم کا
فامر بہ رسول اللہ صلّی	اعتراف کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فرُجِم	اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کئے جانے
وکان قد اُحصِنَ۔	کا حکم دیا اور پھر اسے رجم کیا گیا اور
(صحیح بخاری)	وہ شخص شادی شدہ تھا۔
۶۔ عن ابی ھریرۃ انہ	حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے
قال اتی رجل من	کہ ایک مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
المسلمین رسول اللہ	وسلم کے پاس آیا۔ آپ اس وقت
صلّی اللہ علیہ وسلّم	مسجد میں تھے۔ اس شخص نے آواز
وھو فی المسجد	دی اور کہا " اے اللہ کے رسول!
فناداہ فقال یارسول	میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں " حضورؐ
اللہ! انی زنیت فاعرض	نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنه يتنحّىٰ تلقاء وجهه فقال له يا رسول الله! انّي زنيت فاعرض عنه حتّىٰ ثنّىٰ ذٰلك عليه اربع مرّات فلمّا شهد على نفسه اربع شهاداتٍ دعاهُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فقال: ابك جنون؟ قال: "لا" قال: فهل احصنت؟ قال: نعم، فقال رسول الله صلّى الله صلّى الله عليه وسلّم: اذهبوا به فارجموه۔

(صحیح مسلم، کتاب الحدود)

اس نے دوبارہ کہا "اے اللہ کے رسولؐ! میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں"۔ آپ اس پر بھی متوجہ نہ ہوئے۔ اس نے چار دفعہ اپنی بات دہرائی۔ پھر جب اس نے چار مرتبہ قسم کھا کر اپنے جرم کا اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر پوچھا، "تو پاگل تو نہیں"؟ بولا "نہیں" پھر آپ نے پوچھا کیا تو شادی شدہ ہے"؟ وہ بولا "جی ہاں" (میں شادی شدہ ہوں) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے لے جا کر سنگسار کر دو۔

۷۔ عن ابی هريرة وزيد ابن خالد الجُهَنِيّ انّهما قالا ان رجلا من الاعراب اتى رسول الله فقال انشدك الله الّا قَضيتَ لي بكتاب الله، فقال الخصم: لأخر وهو

حضرت ابو ہریرہؓ اور زید بن خالد جہنیؓ دونوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور آکر کہنے لگا اے اللہ کے رسول! میں آپ کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ خدا کی کتاب کے مطابق میرا فیصلہ فرما

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افقه منه. نعم، فاقض
بيننا بكتاب الله و
ائذن لي. فقال رسول
الله صلى الله عليه وسلم:
قل! قال ان ابني كان
عسيفا على هذا فزنى
بامرأته و انّي اخبرتُ
ان على ابني الرجم
فافتديت منه بمائة
شاة و وليدة فسألت
اهل العلم فاخبروني
انّما على ابني جلد
مائة وتغريب عام و
انّ على امرأة هذا
الرجم فقال رسول
الله صلّى الله عليه
وسلّم: والذي نفسي
بيده، لاقضينّ
بينكما بكتاب
الله، الوليدة والغنم
ردّ وعلى ابنك جلد

دیں اور دوسرا شخص جو پہلے سے
زیادہ سمجھدار تھا کہنے لگا" مجھے اجازت
دیجئے کہ میں واقعہ بیان کروں" آپ
نے فرمایا" بیان کرو" وہ بولا" میرا
لڑکا اس شخص کے ہاں مزدور تھا اور
وہ اس کی بیوی سے زنا کا مرتکب
ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ میرے لڑکے
پر رجم کی سزا واجب ہے تو میں نے
اس کے فدیے کے طور پر اس آدمی
کو ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی دی
ہے۔ پھر جب میں نے اہلِ علم لوگوں
سے مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے
بتایا کہ میرے لڑکے پر سو کوڑوں کی
سزا واجب ہے اور اس کے ساتھ
ایک سال کی جلاوطنی اور عورت
پر رجم کی سزا واجب ہے" یہ سن
کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا" قسم ہے اس ذات کی
جس کے قبضہ میں میری جان ہے،
میں تمہارے درمیان کتاب الٰہی
کے مطابق فیصلہ کروں گا، لونڈی اور بکریاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماشئت وتغريب عام واغد يا أنيس الى امرءة هذا. فان اعترفت فارجمها، قال فغدا عليها فاعترفت فأمر بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فرجمت......
....
(صحیح مسلم، کتاب الحدود)

واپس کردی جاتی ہے۔ تمہارے لڑکے پر سو کوڑوں کی سزا واجب ہے اور ایک سال کے لیے جلاوطنی اور اے اُنیس[1] اس عورت کے ساتھ جاؤ اگر یہ اپنے جرم کا اعتراف کرلے تو اسے رجم کر دینا۔ پھر جب وہ (صحابی) اس عورت کے ساتھ گئے تو اس نے اعتراف جرم کر لیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسے رجم کیا گیا۔

۸۔ عن جابر بن عبد الله أن رجلا من اسلم جاء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعترف بالزنا فاعرض عنه ثم اعترف عنه، حتى

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ کے سامنے جرم زنا کا اعتراف کیا۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر اقرار کیا۔ اور جب چار دفعہ قسم کھا

---

[1] ایک انصاری صحابی کا نام ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شهد على نفسه اربع شهادات	چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقال له النبی صلی	نے اس سے پوچھا "کیا تو پاگل ہے"؟
اللہ علیہ وسلم "ابک	اس نے جواب دیا "نہیں" آپ
جنون"؟ قال "لا"	نے پوچھا "کیا تو شادی شدہ ہے"؟
قال: "احصنت" قال	وہ بولا "جی ہاں" پھر نبی صلی اللہ
"نعم" قال: فأمر به	علیہ وسلم نے اسے رجم کرنے کا
النبی صلی اللہ علیہ وسلم	حکم دیا۔ لوگ اسے عیدگاہ کی طرف
فرجم فی المصلی، فلما	لے گئے اور رجم کرنے لگے۔ جب
اذلقته الحجارة فر،	اس پر پتھر پڑے تو وہ بھاگ کھڑا
فادرك فرجم حتی	ہوا، لوگوں نے تعاقب کر کے اسے
مات۔	پھر جا لیا اور سنگسار کر دیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الحدود)

ان تمام احادیث کی روشنی میں یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ سنت نے زانی محصن کے لیے رجم کی سزا مقرر کی ہے[1] اور حضورؐ نے مقدماتِ زنا میں ملزم کے عاقل ہونے کے ساتھ ان کی حالتِ احصان کو بھی منجملہ ان شرائط کے پیشِ نظر رکھا ہے جن کے تحقق کے بعد آپ نے حدِ رجم کا نفاذ فرمایا ہے دورِ رسالت کے کسی ایک مقدمۂ زنا کی روداد میں بھی یہ بات نہیں ملتی کہ آپؐ نے ملزم کی "غنڈہ گردی" کا اثبات فرمانے کے بعد اسے غنڈہ قرار دیا ہے اور پھر اس پر رجم کی سزا نافذ کی ہو۔ اور نہ ہی ایسی کوئی حدیث ملتی جس میں آپ نے کسی کنوارے زانی کو اس کے "غنڈہ" ہونے کی بنا پر رجم کی سزا دی ہو۔ کوئی ایک حدیث بھی اس بات،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ثبوت میں پیش نہیں کی جا سکتی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شادی شدہ زانی کو رجم کی بجائے صرف سو کوڑوں کی سزا دی ہو۔ اس سے یہ امر متحقق ہو جاتا ہے کہ زانی محصن کے لیے حدِ رجم سنّت کی نص سے ثابت ہے۔

حدِّ رجم کے بارے میں خلافتِ راشدہ کا تعامل

خلافتِ راشدہ کے دورِ مسعود میں بھی عہدِ نبوی کی سنت کے مطابق زنا کے باب میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کا فرق ملحوظ رکھا گیا اور بکر و ثیّب کی اس تفریق کو ایک سنّتِ رسول ؐ کی حیثیت سے تسلیم کر کے زانی محصن پر حدِ رجم نافذ کی گئی۔ ذیل میں ہم اس سلسلے کے شواہد پیش کرتے ہیں۔

۱۔ عن ابن عباس قال: خطب عمر بن الخطاب، فحمد الله وأثنی علیه فذکر الرجم، فقال لا تُخْدعنّ عنّ عنه، فانّه حد من حدود الله تعالیٰ ألا انّ رسول الله صلّی الله علیه وسلّم	حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے خطبہ دیا جس میں پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر رجم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا" لوگو! تمہیں اس کے بارے میں دھوکے میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے یہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد ہے۔ آگاہ رہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قد رجم و رجمنا بعده ولو لا أن يقول قائلون زاد عمر في كتاب الله عز وجل لكتبته على ناحية المصحف۔

بھی بعد میں رجم کیا اور اگر لوگوں کے لیے یہ کہنے کا موقع نہ ہوتا کہ عمرؓ نے خدائے عزوجل کی کتاب میں اضافہ کر دیا ہے تو میں ضرور اس (رجم) کو قرآن کے حاشیے میں درج کر دیتا۔

(مسند احمد بن حنبل مع شرح احمد محمد شاکر ج اول ص ۱۵۷ مطبوعہ مصر ۱۳۶۸ھ)

۲۔ عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال عمر لقد خشيت ان يطول بالناس زمانٌ حتى يقول قائل لا نجد الرجم في كتاب الله فيضلوا بترك الفريضة انزلها الله، الا و ان الرجم حق على من زنى وقد احصن اذا قامت البيّنة او كان الحمل او الاعتراف.... الا وقد رجم رسول الله

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا "مجھے یہ اندیشہ ہے کہ عرصۂ طویل گزر جانے کے بعد بعض لوگ یہ کہیں گے کہ "ہمیں تو اللہ کی کتاب میں رجم کا حکم نہیں ملتا"۔ یوں وہ اللہ کے ایک نازل کردہ فریضہ کو چھوڑ کر گمراہ ہوں گے خبردار! رجم کی سزا واجب ہے اُس شخص پر جو شادی شدہ ہونے کے بعد مرتکب زنا ہو بشرطیکہ اس پر گواہی قائم ہو یا (عورت کا) حمل ظاہر ہو یا (جرم کا) اعتراف موجود ہو... آگاہ رہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدِ رجم نافذ فرمائی اور ان کے بعد ہم نے بھی حدِ رجم کو جاری کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم (صحیح بخاری)

۳۔ حدثنا سلمة بن كهيل قال سمعت الشعبي يحدث عن علي رضي الله عنه حين رجم المرءة يوم الجمعة وقال قد رجمتها بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (بخاری و مسلم)

سلمہ بن کہیل سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے شعبی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات سنی کہ جب انہوں نے جمعے کے روز ایک زانیہ عورت کو رجم کی سزا دی تو فرمایا "میں نے اس عورت کو سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق رجم کیا۔

۴۔ ان النبي صلى الله عليه وسلم رجم ورجم خلفاؤه بعده و المسلمون۔

(المغنی لابن قدامہ ج ۹ ص ۵ طبع مصر)

بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدّ رجم نافذ کی اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور دوسرے مسلمان حکمرانوں نے بھی رجم کی حد نافذ کی۔

۵۔ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد رجم وقد رجم الخلفاء الراشدون بعد النبي صلى الله عليه وسلم، وصرحوا بان الرجم حد۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۵ کتاب الحدود)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کی حد جاری فرمائی اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی رجم کی حد جاری کی اور انہوں نے رجم کے حدِ شرعی ہونے کی صراحت کی۔

ان تمام شواہد سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ خلافتِ راشدہ کے دورِ مبارک میں بھی زانی محصن کے لیے حدِ رجم کی سزا نافذ رہی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۵

فقہاءِ اسلام اور حدِّ رجم

اب ہم فقہائے اسلام کا نقطۂ نظر معلوم کرنے کے لیے امّت کے تمام مکاتیبِ فکر کی معتمد علیہ فقہوں کے حوالے نقل کرتے ہیں اور اس سلسلے میں بعض دوسرے مجتہدین کی آراء بھی پیش کرتے ہیں۔

۱۔ حنفیہ کی رائے۔ حنفیہ کے نزدیک زانی محصن کی سزا رجم ہے۔ شمس الائمہ سرخسیؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

۱۔ فلا بد للامام من ان یتامل فی ذٰلك فاذا علم انه صحیح العقل یسئل عن الاحصان لان مایلزمه من العقوبة یختلف باحصانه و عدم احصانه، سأله عن ذٰلك فعسٰی یقربه ولا یطول ! لامر علی القاضی فی طلب البینة علی احصانه فاذا قال

امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس بارے میں خوب غور و تامل سے کام لے۔ جب اسے معلوم ہو کہ زنا کا ملزم صحیح العقل ہے تو پھر ملزم سے احصان (شادی شدہ ہونے) کے بارے میں پوچھے کیونکہ حالتِ احصان کے ہونے اور نہ ہونے سے سزا مختلف ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے اس کے بعد جلد فیصلہ ہو سکے اور قاضی کو اس بات کے ثبوت میں گواہی طلب نہ کرنی پڑے۔ پھر جب ملزم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احصنت، استفسره فی ذلك لان اسم الاحصان يطلق على خصال وبها لا يعرف المقر بعضها فيسأله لهذا فاذا فسره امر برجمه۔

اقرار کرلے کہ وہ محصن ہے اس تو سے مزید پوچھا جائے کیونکہ احصان کا لفظ کئی ایک مفہوم رکھتا ہے اور بعض اوقات ملزم ان مفاہیم کو نہیں جانتا۔ اس لیے اس کی حالت احصان کا صحیح تعین کرنے کے بعد ہی اس کے بارے میں رجم کئے جانے کا حکم دے۔

(المبسوط، کتاب الحدود، ج ۹ ص ۹۴، طبع مصر)

ب: (واذا وجب الحد وكان الزانی محصنا رجمه بالحجارة حتى يموت) لانه عليه السلام رجم ماعزا وقد احصن وقال فی الحديث المعروف "وزنا بعد احصان" وعلى هذا اجماع الصحابة رضی الله تعالى عنهم۔

اور جب کسی زانی محصن پر حد واجب ہو جائے تو اسے رجم کر دینا چاہیے۔ یہاں تک کہ وہ مر جائے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو رجم کرایا جبکہ وہ شادی شدہ تھا مزید برآں ایک مشہور حدیث میں آپ نے شادی شدہ آدمی کو جرم زنا کے ارتکاب پر مباح الدم قرار دیا ہے۔ اور اسی پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اجماع ہے۔

(الہدایہ شرح بدایۃ المبتدی شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی) ج ۲ ص ۷۲، طبع مصر۔

۲۔ مالکیہ کی رائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والثیب حدہ الرجم بغیر جلد والبکر حدہ الجلد بغیر رجم۔

شادی شدہ زانی کی حد رجم ہے بغیر کوڑوں کے اور غیر شادی شدہ زانی کی حد کوڑے ہیں بغیر رجم کے۔

(المدونہ الکبریٰ ج ۴)

۳۔ شافعیہ کی رائے:

وحد المحصن والمحصنۃ ان یرجما بالحجارۃ حتی یموتا۔

شادی شدہ زانی اور شادی شدہ زانیہ کی حدِ شرعی یہ ہے کہ دونوں کو سنگسار کر دیا جائے۔

(امام شافعی، کتاب الام، کتاب الحدود ج ۶ ص ۱۵۴)

۴۔ حنابلہ کی رائے:

ان الرجم لا یجب الا علی المحصن باجماع اھل العلم وفی حدیثِ عمر: انّ الرجم حق علی من زنا وقد احصن وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث ذکر منھا" او زنا بعد احصان"

اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ رجم کی حد صرف شادی شدہ زانی کے لیے ہے حضرت عمرؓ کا فرمان ہے "رجم حدِ شرعی ہے اس زانی کے لیے جو شادی شدہ ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مسلمان کا خون بغیر تین صورتوں کے مباح نہیں اور ان میں آپ نے ایک صورت یہ فرمائی کہ "شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کا ارتکاب کرنا"

(المغنی، ابن قدامہ، جلد ۹، مطبوعہ قاہرہ)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ ائمہ مجتہدین کی متفقہ رائے اور اجماعِ امت:۔

۱۔ فاما الثیب الاحرار المحصون فان المسلمین اجمعوا علی ان حدھم الرجم الا فرقۃ من اھل الاھواء۔ فانھم رأو ان حد کل زان الجلد وانما صار الجمھور للرجم لثبوت احادیث الرجم فخصصوا الکتاب بالسنۃ اعنی قولہ تعالیٰ (الزانیۃ والزانی) الایۃ

رہے آزاد شادی شدہ زانی تو اس بارے میں اجماعِ امت بھی ہے کہ ان کے لیے رجم کی حد واجب ہے سوائے ایک گروہ کے جو ہوائے نفس کا پیروکار تھا اس نے گمان کیا ہے کہ ہر قسم کے زانی کے لیے صرف کوڑوں کی سزا ہے۔ مگر جمہور علماء نے احادیثِ رجم کی بنا پر رجم کو حد تسلیم کیا ہے اور سنت کے ذریعے قرآن کی آیتِ جلد کے حکم میں تخصیص مانی ہے۔

(بدایۃ المجتہد از ابن رشد ج ۲ ص ۴۲۶ طبع مصر)

ب: اتفق الائمۃ علی ان من کملت فیہ شروط الاحصان ثم زنا بامرأۃ قد کملت فیھا شروط الاحصان بان کانت حرۃ بالغۃ عاقلۃ مدخولا بھا فی نکاح صحیح وھی مسلمۃ ـــــ فھما زانیان محصنان یجب

کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص میں احصان کی سب شرطیں پائی جائیں اور پھر وہ کسی ایسی عورت سے زنا کا مرتکب ہو جس میں بھی احصان کی تمام شرائط موجود ہوں یعنی وہ آزاد بالغہ عاقلہ ہو اور نکاح صحیح کے بعد مدخولہ ہو چکی ہو اور مسلمان بھی ہو ـــ تو ایسے محصن زانی اور محصنہ زانیہ میں سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی کل واحد منهما الرجم حتی یموت۔

ہر ایک کو رجم کرنا واجب ہے یہاں تک کہ وہ مر جائیں۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ از عبد الرحمٰن جزیری، جلد پنجم، کتاب الحدود)

ج: اجمع العلماء علی وجوب جلد الزانی البکر مائة ورجم المحصن وهو الثیب۔

علمائے اُمّت کا اس پر اجماع ہے کہ کنوارے زانی پر سو کوڑے اور شادی شدہ زانی پر حدِّ رجم واجب ہے۔

(شرح صحیح مسلم از امام نوویؒ، جلد دوم)

د: عبد القادر عودہ کی رائے۔

تعاقب الشریعة الزانی المحصن بالرجم والزانی غیر المحصن بالجلد۔

شریعت میں شادی شدہ زانی کے لیے رجم اور غیر شادی شدہ زانی کے لیے کوڑوں کی سزا ہے۔

(التشریع الجنائی الاسلامی۔ جزء اول ص ۵۳۸)

ھ: ابراہیم احمد الوقفی مصری کی رائے

اما الزانی المحصن فیرجم بالحجارة امام الناس۔۔۔ وان لم یکن محصنا یجلد اکبر عدد من الجلدات فی الحدود، کلها فیجلد مائة جلدة۔

اگر زانی شادی شدہ ہے تو اسے لوگوں کی موجودگی میں سنگسار کیا جائے گا۔۔۔ اور اگر زانی غیر شادی شدہ ہے تو اسے حدودِ شرعیہ میں سب سے زیادہ کوڑوں کی سزا —— سو کوڑے مارے جائیں گے۔

(تلک حدود اللہ، ص ۱۵۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ فقہ جعفریہ

(ا) عن ابی عبد الله علیه السلام قال: الرجم حد الله الاکبر والجلد حد الله الاصغر فاذا زنی الرجل المحصن یرجم ولم یجلد۔

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حدِ رجم اللہ کی سب سے بڑی حدِ شرعی ہے اور کوڑوں کی سزا اس سے کمتر ہے۔ اگر کوئی شادی شدہ مرتکبِ زنا ہو تو اسے کوڑے مارنے کی بجائے رجم کیا جائے گا۔

(الفروع من الکافی از ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی، م ۳۲۸ھ کتاب الحدود جلد ۷ ص ۱۷۷)

ب: عن ابی عبد الله علیه السلام قال: الحر و الحرة اذا زنیا جلد کل واحد منهما مائة جلدة فاما المحصن والمحصنة فعلیهما الرجم۔

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: آزاد غیر شادی شدہ زانی مرد اور زانیہ عورت دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارے جائیں مگر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے رجم واجب ہے (حوالہ مذکور)

ج: واما الرجم فیجب علی المحصن اذا زنی ببالغة عاقلة۔

رجم کی سزا ایسے شادی شدہ پر واجب ہوتی ہے جو کسی بالغہ اور عاقلہ عورت سے زنا کا مرتکب ہو۔

("شرائع الاسلام" از جعفر بن حسن بن ابی زکریا۔ متوفی ۶۷۶ھ۔ جلد ۲ ص ۲۴۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ فقہ ظاہریہ

حد الحرّ والحرّۃ المحصنین قالت طائفۃ: الحر والحرۃ اذا زنیا وھما محصنان فانھما یرجمان حتی یموتا، وقالت طائفۃ: یجلدان مائۃ ثم یرجمان حتّٰی یموتا،... فاما الازارقۃ فلیسوا من فرق الاسلام لانھم الذین اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم عنھم بانھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ، فانھم قالوا لا رجم أصلاً و انما ھو الجلد فقط۔

یعنی آزاد شادی شدہ زانیوں کی حد کے بارے میں ایک گروہ نے کہا ہے کہ "آزاد شادی شدہ زانی مرد اور زانیہ عورت کو رجم کیا جائے یہاں تک کہ وہ مرجائیں"۔ دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ پہلے ان کو سو کوڑے مارے جائیں اور پھر رجم کیا جائے یہاں تک کہ وہ مرجائیں... جہاں تک ازارقہ (خوارج کا ایک گروہ) کا تعلق ہے وہ فرقۂ اسلام نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ دین سے ایسے نکل گئے ہیں۔ جیسے تیر شکار کئے ہوئے جانور سے پار نکل جاتا ہے ان لوگوں کی رائے یہ تھی کہ اس باب میں رجم کی کوئی سزا نہیں ہے بلکہ صرف کوڑے مارنے کی سزا ہے۔

(المحلّٰی از ابن حزم ظاہری، کتاب الحدود، جلد ۱۱، ص ۲۳۱ تا ۲۳۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ امام شاطبیؒ کی رائے

من زعم ان قوله تعالیٰ فی الاماء (فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ) لایعقل ما جاء فی الحدیث أن النبی صلی الله علیه وسلم رجم ورجمت الائمة بعده لانه یقتضی ان الرجم ینتصف وهذا غیر معقول فکیف یکون نصفه علی الاماء؟ وذهاباً منهم الی ان المحصنات هن ذوات الازواج، ولیس کذلك بل المحصنات هنا المراد بهن الحرائر، بدلیل قوله اول الآیة: وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ" ولیس المراد

جو کوئی یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ نے لونڈیوں کے بارے میں فرمایا ہے۔ کہ "پھر اگر وہ بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان پر محصنات کے مقابل میں آدھی سزا واجب ہے"۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے کو رجم کی سزا دی ہے جبکہ رجم کا نصف ممکن نہیں تو پھر قرآن و حدیث میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟ اور لونڈیوں کے لیے نصف سزا کیا ہوگی؟ ایسے شخص نے قرآن کے اس مقام پر محصنات کے معنی شادی شدہ عورت کے لیے ہیں، حالانکہ یہاں یہ معنی لینا صحیح نہیں بلکہ اس جگہ محصنات سے آزاد غیر شادی شدہ عورتیں مراد ہیں۔ اس بات کی دلیل خود اسی آیت کے آغاز میں موجود ہے کہ "جو تم میں سے محصنات مومنات یعنی آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ ان مومنہ کنیزوں سے جو تمہارے قبضے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هنا الا الحرائر، لان ذوات الازواج لاتنکح۔	ہوں، نکاح کرلے"۔۔۔ اس مقام پر محصنات سے صرف آزاد کنواری عورتیں مراد ہیں کیونکہ شادی شدہ عورتوں سے تو نکاح نہیں کیا جاسکتا۔

(الاعتصام، امام شاطبی، ج ۲ ص ۳۱۵، ۳۱۶)

۹۔ امام ابنِ تیمیہؒ کی رائے

واما الزانی، فان کان محصنا، فانه یرجم بالحجارة حتی یموت، کما رجم النبی صلّی الله علیه ماعز بن مالك الاسلمی ورجم الغامدیة ورجم الیهودیین ورجم غیرهؤلاء ورجم المسلمون بعدهٔ۔	اور زانی اگر شادی شدہ ہو تو اسے رجم کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ مر جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز بن مالک اسلمی، غامدیہ کی ایک عورت، دو یہودیوں اور بعض دوسرے لوگوں کو رجم کیا اور آپؐ کے بعد مسلمانوں (خلفاء) نے حدِ رجم نافذ کی۔

(السیاستہ الشرعیہ از ابن تیمیہؒ فصل پنجم حدِ زنا، ص ۸۸ طبع بیروت)

۱۰۔ شاہ ولی اللہؒ کی رائے

انما جعل حد المحصن الرجم وحد غیر المحصن الجلد۔	محصن یعنی شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی حد ہے اور غیر محصن زانی غیر شادی شدہ زانی کے لیے کوڑوں کی حد ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حجۃ اللہ البالغہ، جلد ۲، ص ۷۶۰، طبع مصر)

ان حوالوں کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ شادی شدہ زانی کے لیے حدِ رجم واجب ہونے پر امت کے تمام مجتہدِ کرام کا اجماع ہے اور سب نے اسے سنّت کی نصِ صریح قرار دیا ہے جس میں قیاس و اجتہاد کو کوئی دخل نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۶

حدِ رجم کے بارے میں بعض تاریخی شواہد

اب ہم معتبر تاریخی شواہد کے ذریعے زانی محصن کے لیے حدِ رجم کا اثبات کریں گے جس سے یہ بات پوری طرح کھل کر سامنے آجائے گی کہ یہ مسئلہ اس قدر واضح مشہور اور متفق علیہ ہے کہ اس بارے میں تاریخ کے صفحات بھی اس امر کے سراپا گواہ بن گئے ہیں کہ یہ ایک سنّتِ ثابتہ ہے۔

"ماعز بن أسلمي محدود في المدنيين كتب له رسول الله صلى الله عليه وسلم كتاباً باسلام قومه وهو الذي اعترف على نفسه بالزنا تائباً منيباً وكان محصناً فرجم رحمه الله عليه۔ روى عنه ابنه عبد الله بن ماعز حديثا واحداً۔"

(الاستیعاب از ابن عبدالبر ج ۳ ص ۱۳۴۵)

ان کا شمار مدنی صحابہ میں ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی قوم سمیت تحریری طور پر اسلام کی دعوت بھیجی تھی۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے خود اپنے جرمِ زنا کا اعتراف کیا تھا اور اس کے بعد سچی توبہ کی۔ شادی شدہ ہونے کی بنا پر آپ کو رجم کیا گیا آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ آپ کے بیٹے عبداللہ بن ماعز نے آپ سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمانؓ نے دورانِ محاصرہ فرمایا تھا:

"فمهلا لا تقتلونی فانه لا یحل الا قتل ثلاثة: رجل زنی بعد احصانه او کفر بعد ایمانه او قتل نفسا بغیر حق"

ٹھہرو! مجھے قتل نہ کرنا کیونکہ تین آدمیوں کے سوا کسی کو قتل کرنا جائز نہیں۔ ایک وہ آدمی جو شادی شدہ زانی ہو، دوسرا وہ جو مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے، تیسرا وہ جو

(تاریخ کامل از ابن اثیر جلد ۳ ص ۳۶ طبع مصر) کسی کو ناحق قتل کر دے۔

۳۔ "عن ابن عمر أن عثمان اشرف علی اصحابه وهو محصور، فقال: علی ما تقتلوننی؟ فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: لا یحل دم امری الا باحدی ثلاث، رجل زنی بعد احصانه فعلیه الرجم، او قتل عمدا فعلیه القود، او ارتد بعد اسلامه فعلیه القتل" فوالله ما زنیت فی جاهلیه ولا اسلام، ولا قتلت احدا

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمانؓ محصور تھے تو انہوں نے لوگوں پر نگاہ دوڑائی۔ اور فرمایا "مجھے کس بنا پر قتل کرتے ہو؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ کسی شخص کا خون حلال نہیں بغیر تین صورتوں کے ایک یہ کہ وہ شادی کے بعد زنا کا مرتکب ہو تو اسے رجم کیا جائے گا، دوسرے یہ کہ وہ کسی کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے تو پھر اس سے قصاص لیا جائے گا، تیسرے یہ کہ وہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے تو اسے قتل کر دیا جائیگا۔ خدا کی قسم! میں نہ تو دورِ جاہلیت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"فاقيد نفسي منه، ولا ارتددت منذ اسلمت، اني اشهد ان لا اله الا الله و ان محمداً عبده و رسوله"

میں زنا کا مرتکب ہوا اور نہ ہی اسلام لانے کے بعد اور نہ ہی میں نے کسی کو کسی کو قتل کیا ہے کہ مجھے قصاص میں قتل کیا جائے۔ اور نہ ہی میں نے اسلام لانے کے بعد ارتداد اختیار کیا ہے۔ میں تو اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اسکے بندے اور اسکے رسول ہیں۔

(البدایہ والنہایہ، حافظ ابنِ کثیر ج ۷ ص ۱۷۹ طبع بیروت)

"فمهلاً: فلا يحل الا قتل ثلاثة: زانٍ بعد احصان، وكافر بعد ايمان، وقاتل بغير حق"

تاریخ ابنِ خلدون جلد ۲ ص ۱۰۵ (مطبوعہ بیروت)

ٹھہرو! تین اشخاص کے سوا کسی کو قتل کرنا جائز نہیں، ایک وہ شخص جو شادی کے بعد زنا کرے، دوسرا وہ جو ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے اور تیسرا وہ جو کسی کا ناحق قاتل ہو۔

"ان رسل الخوارج جاءوا عمر بن عبد العزيز رحمه الله فكان من جملة ما عابوا عليه الرجم، و قالوا ليس في كتاب الله الا الجلد وقالوا الحائض

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس خوارج کے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے آپ پر بعض اعتراضات کئے جن میں رجم کا مسئلہ بھی تھا۔ وہ کہنے لگے کہ اللہ کی کتاب (قرآن) میں تو صرف کوڑوں کی سزا ہے۔ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوجبتم عليها قضاء الصوم دون الصلاة والصلاة اوكد - فقال لهم عمر: وانتم لا تأخذون الا بما فى كتاب الله؟ قالوا نعم؟ قال فاخبرونى عن عدد الصلوات المفروضات وعدد اركانها وركعاتها ومواقيتها اين تجدونه فى كتاب الله تعالى؟ واخبرونى عما تجب الزكاة فيه مقاديرها ونصبها؟ فقالوا انظرنا فرجعوا يومهم ذلك فلم يجدوا شيئا مما سألهم عنه فى القرآن فقالوا: لم نجده فى القرآن، قال فكيف ذهبتم اليه؟ قالوا لان

کے علاوہ (ان کا ایک اعتراض یہ تھا کہ) آپ لوگوں نے حائضہ عورت کے لئے تو روزہ کی قضا کرنا واجب ٹھہرائی ہے اور نماز جو زیادہ موکد حکم ہے اس کی قضا حائضہ کے لیے معاف کر دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کیا آپ صرف اللہ کی کتاب ہی کو حجت مانتے ہو؟ وہ بولے "جی ہاں" آپ نے کہا "مجھے بتاؤ کہ فرض نمازوں کی تعداد، ان کی رکعات اور ان کے اوقات اللہ کی کتاب میں کہاں ہیں؟ نیز یہ بتاؤ کہ زکوٰۃ کس پر واجب ہے؟ اس کا تفصیلی نصاب کہاں مذکور ہے؟" وہ بولے "ہمیں مہلت دیجیے" دوسرے روز آکر کہنے لگے کہ آپ کے سوالوں کے جوابات ہمیں قرآن میں نہیں ملے"۔ آپ نے پوچھا آپ لوگوں نے ان چیزوں کو کیسے تسلیم کیا ہے؟ بولے "اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کئے اور آپ کے بعد امت کا اسی پر عمل ہے"۔ آپ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلہ و فعلہ المسلمون بعدہ فقال لھم فکذلک الرجم و قضاء الصوم فان النبی رجم و رجم خلفاؤہ بعدہ والمسلمون و امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقضاء الصوم دون الصلاۃ و فعل ذلک نساءہ ونساء اصحابہ"

نے کہا رجم اور روزے کی قضا کا معاملہ بھی تو ایسا ہی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد خلفاء اور مسلمان حکمرانوں نے بھی رجم کیا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ کے لیے روزے کی قضا کا حکم دیا ہے نماز کی قضا کا حکم آپ نے نہیں دیا اور اسی پر حضورؐ کی ازواج اور صحابہ کی بیویوں کا عمل رہا ہے۔

(المغنی، ابن قدامہ، جلد ۹، ص ۵، طبع مصر)

۶۔ ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز کی مجلس میں جناب ابو قلابہ نے کہا:

"ما علمت نفسًا حل قتلھا فی الاسلام الا رجل زنی بعد احصان او قتل نفسا بغیر نفس او حارب اللہ ورسولہ"

میں نہیں جانتا کہ اسلام میں ان لوگوں کے سوا کسی اور کو قتل کرنا جائز ہو سکتا ہے۔

۱۔ شادی شدہ زانی

۲۔ ناحق قاتل

۳۔ اللہ و رسولؐ کا باغی

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۂ مائدہ)

یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کے اس بیان کی تائید فرمائی۔

۷۔ مولانا شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں کہ:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بن بیاہے کے سو دُرّے اور بیاہوں کے لیے رجم کا حکم ہے۔" (سیرت النبیؐ، جلد دوم ص ۱۳۸، طبع پنجم اعظم گڑھ، بھارت)

زانی محصن کے لیے حدِ رجم کے بارے میں تاریخ کی یہ شہادت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ یہ مسئلہ تواتر کے ساتھ ہر دور میں موجود رہا ہے اور یہ سنت ثابتہ اس قدر مشہور و معروف رہی ہے کہ اس نے حدیث و فقہ کی کتابوں کے علاوہ ہماری تاریخی ادب میں بھی جگہ پائی ہے[1]

---

[1] یہاں تک کہ ہماری لغت کی کتابوں میں بھی زانی محصن کے لیے حدِ رجم کی تصریحات موجود ہیں مثال کے طور پر لسان العرب میں حدودِ شرعیہ کے ضمن میں ہے کہ "وکحد المحصن اذا زنی وھو الرجم" یعنی شادی شدہ کے ارتکابِ زنا پر رجم کی حد ہے۔ (ملاحظہ ہو لسان العرب، ابنِ منظور، جلد ۳ ص ۱۴۰، طبع بیروت، ۱۳۷۴ھ) نیز اسی لغت میں رجم کی لغوی بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ومنہ رجم الثیبین اذا زنیا۔" (اور وہ سزائے رجم بھی ہے جو شادی شدہ زانیوں کو دیجاتی ہے) (حوالہ بالا ج ۲ ص ۲۲۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب

قرآن اور رسولؐ کا باہمی تعلّق

قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں روح اور قالب کا تعلق ہے قرآن اللہ کی کتاب ہے اور رسول اس کتاب کا مُعلّم ہے۔ قرآن کلامِ الٰہی ہے اور رسولؐ اس کلامِ الٰہی کا مُدّعا و مفہوم واضح کرنے والا مُبیّن ہے قرآن ایک دستور (Constitution) ہے اور رسولؐ اس دستور کی مستند اور معتبر تشریح و تعبیر کرنے والا (Explainer and Interpreter) اور شارع (Law - Giver) ہے۔

رسولؐ کی یہ تمام حیثیتیں خود قرآنِ حکیم نے مُتعیّن کر دی ہیں اور ان کے مطابق رسولؐ نے اپنا فریضہ رسالت سرانجام دیا ہے۔

رسُولؐ کا یہی وہ منصبِ رسالت ہے جس میں اُمّت کا کوئی فرد آپؐ کا ہرگز شریک نہیں ہے اس لیے کہ رسُولؐ کے علاوہ دوسرا کوئی شخص صاحبِ وحی نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کے بارے میں جو تشریح و تعبیر اور تعلیم و تشریع فرمائی اس میں کسی خطا کا کوئی امکان نہیں ہے کیونکہ حضورؐ معصُوم عن الخطا ہیں اور رسُولؐ کی تشریح و تعبیر بھی قرآنی حکم کی طرح واجب العمل ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ قرآن و رسولؐ میں رُوح و قالب کا تعلق

قرآن کا ارشاد ہے۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ (الطلاق ۱۰،۱۱)

اللہ نے تمہاری جانب ذِکر (قرآن) نازل کیا ہے یعنی رسولؐ جو تمہیں اللہ کی واضح آیات پڑھ کر سناتا ہے تاکہ وہ اہلِ ایمان اور نیکوکاروں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے۔

اس مقام پر ذکر یعنی قرآن کا بدل رسولؐ ہے گویا قرآن اور رسولؐ ہدایت کے باب میں یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن جن حقائق کی یاد دہانی کراتا ہے رسول بھی انہی حقائق کی یاد دہانی کرانے والا ہے۔ رسولؐ کی اسی صفت کو قرآن نے ایک اور جگہ بھی بیان فرمایا ہے کہ:

فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ۔ (الغاشیہ ۲۱)

پس آپ یاد دہانی کرا دیجیے، آپؐ تو یاد دہانی کرانے والے ہیں۔

ابوداؤد کی روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا

"یا ام المؤمنین حدثینی عن خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قالت: الست تقرء القرآن؟ فان خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان

اے اُمّ المومنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے بتائیے"؟ انہوں نے فرمایا: کیا تُو نے قرآن نہیں پڑھا؟ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُخلاق تو بس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القرآن۔ قرآن تھا۔

(سنن ابی داؤد، باب صلاۃ اللیل)

دوسروں الفاظ میں قرآن اگر روح ہے تو رسولؐ اس کا قالب ہے، قرآن اگر جان ہے تو رسولؐ اس کا جسم ہے۔

۲۔ رسولؐ بحیثیت مُعلّم و شارحِ قرآن

قرآن فرماتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

(آلِ عمران ۱۶۴)

اللہ نے مومنین پر یہ بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا رسولؐ مبعوث کیا ہے جو اُس کی آیات پڑھ کر لوگوں کو سُناتا ہے اور اُن کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ کھلی گمراہی میں مُبتلا تھے۔

یہی مضمون سورہ بقرہ آیات ۱۲۹ و ۱۵۱ نیز سورہ جمعہ آیت ۲ میں بھی آیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن نے رسولؐ کو معلّمِ قرآن کی حیثیت دی ہے جو تلاوتِ آیات سے الگ ایک منصب ہے۔

۳۔ رسولؐ بحیثیت مُبیّنِ قرآن

قرآن کا ارشاد ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ

اور ہم نے آپ کی طرف ذکر یعنی قرآن نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِلَیۡهِمۡ۔ (النحل ۴۴) وہ چیز کھول کر واضح کر دیں جو ان کے لیے نازل کی گئی ہے۔

یہی مضمون اسی سورہ کی آیت ۶۴ میں بھی وارد ہوا ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسولؐ مُبَیِّنِ قرآن ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ کا صحیح مُدّعا و مفہوم متعین کرنا رسولؐ کا کام ہے۔

۴۔ رسولؐ بحیثیت شارع

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَّذِيۡنَ يَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِىَّ الۡاُمِّىَّ الَّذِىۡ يَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِى التَّوۡرٰٮةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ يَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهٰٮهُمۡ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰۤئِثَ وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِىۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ (الاعراف ۱۵۷)

جو لوگ امّی نبی و رسول کی پیروی کرتے ہیں جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں بھی لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو معروف کا حکم دیتا اور منکر سے روکتا ہے۔ وہ ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہراتا ہے وہ ان پر سے وہ بوجھ اور پابندیاں اتارتا ہے جو ان پر پہلے سے رہی ہیں۔

اس آیت کے الفاظ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰۤئِثَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلیے بطور صفت آئے ہیں۔ . . . . جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسولؐ کو تحلیل و تحریم کا کام بھی سپرد کیا گیا ہے اور جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کو قرآنی دستور کی روشنی میں تشریع (Legislation) کا حق حاصل ہے احادیث سے بھی آپؐ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شارع ہونے کا ثبوت ملتا ہے مثلاً ایک حدیث ہے۔

مَا بُعِثَ نَبِیُّ اللّٰہِ اِلَّا مُحِلًّا وَمُحَرِّمًا۔ — اللہ نے اپنے نبیؐ کو حلال و حرام ٹھہرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(مسلم، کتاب الصید، مسند احمد)

فقہ اور اصولِ فقہ کی کتابوں میں جگہ جگہ الشارع (Law - Giver) کا لفظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور ایک عَلَم کے آتا ہے اور یہ لفظ ہمارے دینی ادب میں حضورؐ کی صفت کے طور پر مستعمل ہے اس تفصیل سے رسولؐ کی تشریعی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔

۵۔ رسولؐ بحیثیت مُطاع

پھر جس طرح قرآن واجب الاطاعت ہے اسی طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی واجب الاطاعت مطاع ہیں۔ قرآن میں کئی جگہ آیا ہے کہ:۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ یعنی اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔ مثال کے طور پر سورۂ محمد میں ہے کہ:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَکُمْ۔ — اے مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال خراب نہ کرو۔

(آیت ۳۳)

دوسری جگہ فرمایا:

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ — اور ہم نے ہر رسولؐ کو اسی لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے اِذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔

(النساء ۶۴)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

رسولؐ جو کچھ تمہیں دے، لے لو اور جس چیز سے روکے اس سے رُک جاؤ۔

(الحشر ۷)

ان آیات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجب الاطاعت مُطاع ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۸

رسولؐ اور تبیینِ قرآن

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ رسالت کا ایک اہم فریضہ یہ تھا کہ آپ قرآن کی تبیین فرمائیں تاکہ لوگوں پر اس کا صحیح مدّعا و مفہوم واضح ہو سکے اور وہ اس کے مطابق ٹھیک ٹھیک عمل کر کے دنیا و آخرت میں فوز و فلاح سے ہم کنار ہوں۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ (النحل ۴۴)

اور ہم نے آپ کی طرف ذکر یعنی قرآن نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں پر وہ چیز واضح کر دو جو ان کے لیے نازل ہوئی ہے۔

اگر تبیین کا یہ خدائی اہتمام نہ ہوتا تو قرآنِ مجید باوجود اپنے عربیِ مُبین ہونے کے عملی دنیا میں سب کے لیے ایک مُعمّہ اور چیستان بن کر رہ جاتا۔

تبیینِ قرآن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خاص پیغمبرانہ منصب ہے جو آپ کے سوا اس اُمّت کے کسی فرد کو حاصل نہیں۔ کیونکہ کوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا شخص آپ کی طرح معصوم عن الخطا نہیں ہے کہ اس کی تبیین کی صحت پر پوری طرح اعتماد کیا جا سکے۔ اور نہ ہی دوسرا کوئی شخص رسول یا نبی ہے کہ اس کی تبیین کو یہ مقام حاصل ہو کہ اسے من وعن اور بے چون و چرا تسلیم کر لیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیغمبرانہ حیثیت سے قرآن کی جو تبیین و تشریح فرمائی۔ اس کی چند اہم صورتیں یہ تھیں۔

۱۔ قرآن کے کسی مجمل حکم کی تفصیل یا تشریح بیان کرنا۔

۲۔ قرآن کے کسی مطلق حکم کی تقیید یا تحدید کرنا

۳۔ قرآن کے کسی حکم عام میں تخصیص کر دینا

اب ہم ان تینوں امور کی وضاحت کرتے ہیں:

۱۔ قرآن کے کسی مجمل حکم کی تفصیل یا تشریح بیان کرنا

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید اصول و کلیات کی کتاب ہے اور اس میں بیشتر احکام مجمل طور پر بیان ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر نماز کے حکم کو لیجیے نماز دین کا ستون اور سب سے افضل عمل ہے۔ اور قرآن مجید میں اکثر آتا ہے کہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (نماز قائم کرو) مگر قرآن یہ نہیں بتایا کہ اقامتِ صلوٰۃ کا عملی طریقہ کیا ہے؟ اوقات نماز کیا ہیں؟ رکعاتِ نماز کتنی ہیں؟ ہیئت و ترکیب نماز کیا ہیں؟ یہ سب چیزیں ہمیں سنّت بتاتی ہے اور سنت کی شرح و تفصیل کے بغیر کوئی شخص وہ نماز نہیں پڑھ سکتا جس کا حکم قرآن نے دیا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں دین کا دوسرا بڑا حکم ایتائے زکوٰۃ یعنی زکوٰۃ ادا کرنے کا موجود ہے۔ مگر اس کی عملی تفصیل بیان نہیں ہوئی۔ نصابِ زکوٰۃ کیا ہے؟ زکوٰۃ کب واجب ہوتی ہے؟ اور صاحبِ نصاب کون شخص ہے؟ ان تمام سوالوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا جواب ہمیں سنّت دیتی ہے اور زکوٰۃ کے فریضہ کو ایک قابلِ عمل حکم بناتی ہے۔ ورنہ سنّت کی غیر موجودگی میں زکوٰۃ کی ادائیگی ایک ناممکن العمل چیز ہے سنّت کے ذریعے قرآن کے مجمل احکام کی تفصیلات کا طے کرنا بھی تبیین قرآن کا ایک حصّہ ہے۔

۲۔ قرآن کے کسی مطلق حکم کی تقیید یا تحدید کرنا

قرآن مجید میں کئی جگہ مطلق احکام وارد ہوئے ہیں۔ سنّتِ نبویؐ قرآن کی تبیین کرتے ہوئے بعض مطلق احکام کو مقید یا محدود کرتی ہے اور اس طرح سنّت کے ذریعے قرآن کے حکم کا اصل منشا اور صحیح عملی اطلاق واضح ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

۱۔ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا	چور مرد اور چور عورت، دونوں کے
اَیْدِیَھُمَا۔ (مائدہ ۳۸)	ہاتھ کاٹ ڈالو۔

اس طرح قرآن نے ہر چور مرد اور چور عورت کے لیے قطعِ ید کا مطلق حکم دیا ہے اور جہاں تک ظاہر الفاظ کا تعلق ہے، ایک سوئی اور ایک پیسہ چوری کرنے والا بھی "سارق" ہے اور اس کو قطعِ ید کی سزا دی جانی چاہیے۔ مگر سنّت اس بظاہر مطلق حکم کو مقید اور محدود کر دیتی ہے۔ وہ "سارق" کی تعریف کر کے اس کے لیے حد جاری کرتی ہے۔ چوری کی کم سے کم مقدار یعنی نصابِ سرقہ مقرر کرتی ہے جس سے کم کی چوری "سرقہ" نہیں ہے۔ صرف محفوظ و محروز مال کی چوری پر چوری کا اطلاق کرتی ہے۔ غیر محفوظ مال چرانے والے کو "سارق" قرار نہیں دیتی۔ اس طرح قرآن کے ایک مطلق حکم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر بعض قیود عائد کر کے اسے مقیّد اور محدود کر دیتی ہے۔[۱]

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۲۔ اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ ؁

(النور۲)

زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو۔

جہاں تک ظاہر الفاظ کا تعلق ہے قرآن کا یہ حکم مطلق طور پر آیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہر قسم کے جرمِ زنا کی سزا سو کوڑے ہیں۔ مگر حقیقت یہ نہیں ہے کیونکہ ایسا سمجھنا خود قرآن کی اُس نص کی خلاف ورزی ہے۔

---

[۱] بعض فقہائے سنّت کی اسی حیثیت کے پیشِ نظر یہ بات کہی ہے کہ السنۃ قاضیۃ علی الکتاب جس کا مطلب یہ ہے کہ سنّت کو قرآن کے بارے میں فیصلہ کُن حیثیت حاصل ہے۔ بعض لوگوں نے اس بات کی مخالفت اس غلط فہمی کی بنا پر کی ہے کہ یوں اس کے قائلین نے سنّت کو قرآن پر مقدّم کر دیا ہے۔ حالانکہ امرِ واقعہ یہ نہیں ہے۔ جیسا کہ امام شاطبیؒ نے تصریح کی ہے۔

فمعنی کون السنۃ قاضیۃ علی الکتاب أنھا مبینۃ لہٗ فلا یوقف مع اجمالہ واحتمالہ وقد بینت المقصود منہ، لا انھا مقدمۃ علیھا۔

(موافقات جلد ۴ ص۱۰)

السنۃ قاضیۃ علی الکتاب۔ کے معنی یہ ہیں کہ سنت قرآن کی تبیین و تشریح کرتی ہے اور اس کے اجمال و احتمال کا اصل مقصود اور مدّعا واضح کرتی ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سنّت کو قرآن پر تقدّم یا فوقیت حاصل ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس میں قرآن حکیم نے لونڈیوں کے ارتکابِ زنا پر ان کے لیے پچاس کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے۔ (ملاحظہ ہو النساء آیت ۲۵)

اس کے بعد سنّت نے آزاد زانیوں میں سے صرف غیر شادی شدہ زانیوں پر اس حکم کا اطلاق کیا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ قرآن کے حکم کا منشا یہی ہے اس لیے کہ سنّت قرآن ہی کی تبیین و تشریح کا نام ہے جسے اس سے الگ یا اُس کے خلاف قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اور سنت کا یہ کام خلافِ قرآن نہیں ہے بلکہ عین موافقِ قرآن ہے۔

۲- قرآن کے کسی حکمِ عام کی تخصیص کرنا۔

قرآنِ مجید میں بعض ایسے اُمور بھی ہیں جن کی نوعیت "حکمِ عام" کی ہوتی ہے اور جہاں تک قرآن کے عموم الفاظ کا تعلق ہے تعمیم کی وجہ سے ان کا حکم نوعِ مذکور کے تمام افراد پر حاوی ہوتا ہے۔ مگر سنت بعض افراد کو اس عموم سے الگ کر دیتی ہے اور ان پر اس حکمِ عام کا اطلاق نہیں کرتی بلکہ ان کے لیے کوئی اور حکم لگاتی ہے۔ قرآن کے کسی حکمِ عام میں سنّت کی تخصیص کرنا بھی منشائے قرآنی کو واضح کرنے کے لیے ہے اور اس سے "قرآن کی خلاف ورزی" لازم نہیں آتی۔

تخصیص کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱- قرآنِ مجید کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ (البقرہ ۱۷۳)	اللہ نے تمہارے لیے صرف مُردار، خون اور سؤر کا گوشت حرام ٹھہرایا ہے اور جو غیر اللہ کے نام سے منسوب ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مقام کے علاوہ اور بھی چند ایک مقامات پر قرآن نے میتۃ یعنی ہر قسم کا مردہ جانور حرام قرار دیا ہے مگر حدیث میں آتا ہے کہ:

اُحلت لنا میتتان — ہمارے لیے دو مُردار حلال ہیں۔
السمك والجراد۔ ایک مچھلی، دوسری ٹڈی۔

(ابوداؤد، حاکم، ترمذی، ابنِ ماجہ)

ایک دوسری روایت حضرت ابوہریرۃؓ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمندر کے پانی کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس سے وضو کیا جا سکتا ہے تو آپ نے فرمایا:۔

ھو الطھور ماؤہ والحل — اُس (سمندر) کا پانی پاک ہے اور
(روی الحلال) میتتہ۔ — اس کا مُردار (مردہ مچھلی) حلال ہے۔

(موطا، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، مُسند احمد)

ان دونوں حدیثوں کی رُو سے مُردہ مچھلی اور مُردہ ٹڈی دونوں حلال ہیں اور ان روایات کی بنیاد پر فقہاء امت نے قرآن کے حکم عام میں تخصیص مانی ہے اور قرآن کے حکم کے مطابق ہر قسم کا مردار حرام سمجھتے ہوئے مردہ مچھلی اور مردہ ٹڈی کا معاملہ الگ قرار دیا ہے اور ان دونوں کو سنت کے حکم کے تحت حلال سمجھا ہے۔ اور یہ چیز خلاف قرآن نہیں ہے بلکہ منشائے قرآن ہی ہے۔

۲۔ قرآنِ مجید نے نماز کے لیے وضو کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا — اے مسلمانو! جب نماز کے لیے اٹھو
قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا — تو اپنے منہ اور کُہنیوں تک ہاتھ دھو
وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ — لیا کرو، اپنے سروں کا مسح کیا کرو
وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ — اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں بھی دھو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔ لیا کرو۔

(المائدہ - ۶)

قرآن نے وضو میں پاؤں دھونے کو بھی واجب قرار دیا ہے۔ مگر حدیث میں ہے کہ مسح علی الخفین یعنی جس شخص نے موزے پہن رکھے ہوں تو وہ پاؤں نہ دھوئے بلکہ موزوں پر مسح کرلے اس کے لیے یہی حکم ہے۔

عن سعد بن ابی وقاص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ مسح علی الخفین۔

سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔

(صحیح بخاری جلد اول کتاب الوضو باب المسح علی الخفین)

قرآن کا حکم بظاہر عام تھا کہ ہر وضو کرنے والا پاؤں دھوئے مگر سنّت نے تخصیص کر دی کہ متخفف (موزے پہنے ہوئے) شخص کے لیے پاؤں دھونے کا نہیں بلکہ مسح علی الخفین کا حکم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ موزوں پر مسح بھی کامل الطہارۃ چیز ہے اور اس کے ساتھ پورا وضو ہو جاتا ہے۔ اس طرح قرآن کا حکم ہر اس آدمی کے لیے عام ہے جو موزے پہنے ہوئے نہ ہو اور سنّت کا حکم اس شخص کے لیے خاص ہے جس نے موزے پہن رکھے ہوں۔ اور دونوں حکموں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔

۳۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ (البقرہ ۲۷۵)

اور اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام ٹھہرایا ہے۔

گویا قرآن نے ہر قسم کی تجارت کو حلال اور ہر قسم کے سود کو حرام ٹھہرایا ہے۔ مگر حدیث میں آتا ہے کہ:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان اللہ و رسولہ حرما بیع الخمر والمیتۃ والاصنام۔ (بخاری و مسلم عن جابرؓ)

اللہ اور اس کے رسولؐ نے شراب، مُردہ جانور اور بُتوں کی تجارت کو حرام ٹھہرایا ہے۔

اس کے علاوہ دیگر روایات بھی ملتی ہیں جن کی رُو سے تجارت کی بعض دیگر صورتیں بھی حرام ہیں۔

غور کیجیے، قرآن کے الفاظ ہر قسم کی تجارت کو مطلقاً حلال ٹھہراتے ہیں مگر سنّت نے تجارت کی بعض صورتوں کی تخصیص کر کے ان کو حرام قرار دے دیا ہے۔ مگر اس سے قرآن کی خلاف ورزی نہیں ہوتی بلکہ قرآن ہی کا منشا و مفہوم واضح ہوتا ہے۔

۴۔ قرآن مجید نے محرماتِ نکاح کی تفصیل بیان کرنے کے بعد آخر میں فرمایا ہے کہ

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ۔ (النساء ۲۴)

ان کے ماسوا سب عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں یعنی ان سے نکاح کرنا جائز ہے۔

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتجمع بین المرءۃ و عمتھا ولا بین المرءۃ و خالتھا۔ (عن ابی ہریرہؓ، صحاح ستّہ، مؤطا، مسند احمد)

ایک مرد کے نکاح میں بیک وقت عورت اور اس کی پھوپھی جمع نہیں ہو سکتیں اور اسی طرح کوئی عورت اور اس کی خالہ بھی کسی ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

اس طرح سنّت کی رُو سے کوئی شخص اپنے نکاح میں کسی عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ کو بیک وقت جمع نہیں کر سکتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن نے تمام محرماتِ نکاح کا ذکر کرنے کے بعد جو حکمِ عام فرمایا کہ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ ۔ یعنی ان محرماتِ مذکورہ کے بعد تمام قسم کی عورتوں سے نکاح ہو سکتا ہے تو سنّت نے اس میں یہ تخصیص فرما دی کہ عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ سے بھی بیک وقت نکاح نہیں ہو سکتا گویا قرآن کے حکمِ عام کا اطلاق اِن پر نہیں ہوتا۔ بلکہ ان عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ سنت کی یہ تخصیص بھی خلافِ قرآن ہرگز نہیں ہے بلکہ قرآن کے بالکل موافق ہے:

۵۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔	بلاشبہ اہلِ ایمان پر پابندیٔ وقت کے ساتھ نماز فرض ہے۔

(النساء ۱۰۳)

قرآن کی رُو سے ہر مسلمان کے لیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت نماز ادا کرنا فرض ہے مگر حدیث میں ہے۔

الیس اذا حاضت لم تصل۔	کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت جب حائضہ ہو تو نماز ادا نہیں کر سکتی۔

(صحیح بخاری، عن ابی سعید خدریؓ)

اس طرح سنّت نے قرآن کے حکمِ عام میں حائضہ عورت کی تخصیص کر دی اور اس کے ایامِ حیض میں اس پر اس قرآنی حکم کا اطلاق نہیں کیا۔ اگر ایسی عورت پر نماز فرض ہوتی تو اس کے لیے فوت شدہ نمازوں کی قضا لازم ٹھہرتی اور اہل علم جانتے ہیں کہ حائضہ کے لیے نمازوں کی قضا لازم نہیں ہے۔ پوری امّت کا اسی پر عمل رہا ہے اور کسی نے بھی سنّت کی اس تخصیص کو کبھی "خلافِ قرآن" نہیں سمجھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ قرآن حکیم فرماتا ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝

والدین اور رشتہ داروں کے ترکے میں مردوں کا حصہ ہے خواہ ترکہ کم ہو یا زیادہ اور والدین اور رشتہ داروں کے ترکے میں عورتوں کا بھی حصہ ہے خواہ ترکہ کم ہو یا زیادہ۔ ہر ایک کا مقررہ حصہ ہے۔

(النساء ۷)

قرآن کی اس آیت کی رُو سے اس کا یہ حکمِ عام ہے کہ والدین کے ترکہ سے اولاد کو اس کا حصہ ملنا چاہیے اور یہ استحقاقِ وراثت مجرد قرابت داری کی بنیاد پر ہے لہٰذا ایک اسلامی معاشرے کا یہ فرض ہے کہ وہ اولاد کو ان کے والدین کی چھوڑی ہوئی جائداد سے حصہ دلائے۔

مگر حدیث میں آتا ہے۔

لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ۔

کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔

(مؤطا، مسلم، کتاب الفرائض عن اسامہ بن زیدؓ)

اس طرح سنت نے قرآن کے ایک حکمِ عام میں تخصیص کر دی کہ کافر والدین کے ترکے میں مسلمان اولاد کا کوئی حصہ نہیں۔ سنت کی اس تخصیص کو بھی آج تک امت کے کسی صاحبِ علم نے "خلاف قرآن" نہیں کہا بلکہ سب نے اسے قرآن کے منشا کے عین مطابق ہی سمجھا ہے۔

۷۔ قرآن کا ارشاد ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ	تمہارے لیے مویشی کی قسم کے سب
الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى	چوپائے حلال ہیں سوائے ان کے جن
عَلَيْكُمْ۔	کے (حرام ہونے کے) بارے میں
(المائدہ ۱)	تمہیں پڑھ کر سنا دیا جائے۔

قرآن کے اس حکم سے واضح ہوتا ہے کہ ہر قسم کے چوپائے حلال ہیں سوائے ان کے جن کو قرآن نے حرام ٹھہرا دیا ہے۔

مگر حدیث میں ہے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ:

نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو
لحوم الحمر الاهلية يوم خيبر۔	گدھے کا گوشت کھانے سے منع کیا۔

پالتو گدھے کو قرآن نے کہیں بھی حرام نہیں ٹھہرایا صرف سنت نے اسے حرام قرار دیا ہے سنت کی یہ تخصیص قرآن کے اسی حکم عام میں ہوئی ہے اور اس کے خلاف ہرگز نہیں ہے بلکہ منشائے قرآن کے عین مطابق ہے۔

۸۔ قرآن کہتا ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا	زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں
كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ص	سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو۔
(النور ۲)	

اس آیت کی رُو سے جرمِ زنا کی حد سو کوڑے ہیں۔ مگر قرآنِ حکیم نے دوسری جگہ لونڈیوں کے جرمِ زنا کی سزا یہ بیان کی ہے:۔

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ	پھر اگر وہ (لونڈیاں) قیدِ نکاح میں
بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا	آجانے کے بعد بدکاری کا ارتکاب
عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ	کریں تو جو سزا "محصنات" کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْعَذَابِ۔ مقرر ہے، اس کی نصف سزا ان پر ہوگی۔ (النساء ۲۵)

اس دوسری آیت نے پہلی آیت کے حکم کو آزاد زانیوں کے ساتھ مخصوص کر دیا کیونکہ لونڈیوں (اور ان کے ساتھ غلاموں) کے لیے جرمِ زنا پر نصفِ عذاب یعنی پچاس کوڑوں کی الگ حد ہے۔

مگر بہت سی روایات میں جن کی تفصیل باب (۴) میں گزر چکی، یہ آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ آزاد زانیوں کو کوڑوں کی سزا نہیں دی بلکہ ان پر رجم کی علیحدہ حد جاری فرمائی۔ اس طرح قرآن کے ایک حکمِ عام میں سنت نے شادی شدہ آزاد زانی کی تخصیص کر دی کہ آیتِ جلد کے حکم کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا بلکہ ان کے لیے الگ سے رجم کی سزا ہے۔

حاصلِ کلام حاصلِ کلام یہ ہے کہ سنت نے قرآن کی تبیین ہر طرح سے کی ہے۔ کبھی اس کے اجمال کی تفصیل بیان کر کے، کبھی اس کے کسی مطلق حکم کو مقید و محدود کر کے اور کبھی اس کے کسی حکمِ عام کو مخصص کر کے فریضۂ تبیین ادا کیا ہے اور سنت کی یہ تبیین، قرآن ہی کی شرح و تفسیر ہے جو قانونی حیثیت سے وہی وزن رکھتی ہے جو وزن قرآن کے ظواہر احکام رکھتے ہیں اور اس کا انکار قرآن سے انکار کے مترادف ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۹

حدِّ رجم کا اثبات

گذشتہ صفحات میں ہم نے ان امور کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جن کی رُو سے اسلامی شریعت میں زانی محصن پر حدِّ رجم واجب ہوئی ہے۔ اب اس ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم اپنے دلائل کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

۱۔ قرآن مجید کی سورۂ نور میں جرمِ زنا کی سزا کے بارے میں جو حکم آیا ہے وہ دراصل کوئی "حکمِ عام" نہیں ہے جس میں ہر قسم کا مرتکبِ زنا شامل ہو بلکہ اس حکم کا اطلاق صرف آزاد زانیوں پر ہوتا ہے جبکہ لونڈیوں (اور ان کے ساتھ غلاموں) کے ارتکابِ زنا پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ خود قرآن نے اسی جرمِ زنا پر ان کے لیے پچاس کوڑوں کی حد بیان فرمائی ہے۔ لہٰذا یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ آیتِ جلد کا حکم ہر قسم کے زانیوں کے لیے عام ہے کیونکہ اس سے قرآن کی ایک نصِ صریح کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

۲۔ قرآن کی آیتِ جلد کا مفہوم و مدعا صرف وہی معتبر ہو سکتا ہے جو صاحبِ وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اس لیے کہ رسولؐ کو از روئے قرآن کی یہ حیثیت حاصل ہے کہ وہ قرآن کے الفاظ کا ٹھیک مدعا و منشا ان کی صحیح تعبیر اور ان کا عملی انطباق (Practical Application) واضح کریں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ روایاتِ صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی بیان کردہ کوڑوں کی سزا صرف غیر شادی شدہ زانیوں کو دی ہے اور آپؐ نے شادی شدہ زانیوں پر قرآن کے اس حکم کا اطلاق نہیں کیا بلکہ ان کو الگ سے رجم کی سزا دی ہے۔ اس سلسلے میں حضورؐ ہر مقدمۂ زنا میں ملزم کے بارے میں یہ امر بالخصوص دریافت فرمالیتے کہ آیا وہ شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ؟ پھر ثبوتِ جرم پر پہلی صورت میں آپؐ سو کوڑوں کی حد نافذ کرتے اور دوسری صورت میں مجرم پر رجم کی حد جاری فرماتے تھے۔

۴۔ جس طرح ایک مسلمان پر کتاب اللہ کی اطاعت واجب ہے بالکل اسی طرح اس پر رسولؐ کی اطاعت بھی واجب ہے اور آج سنّت چونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قائم مقام ہے اس لیے اس کی اطاعت بھی ہر مسلمان پر واجب ہے۔

۵۔ خلفائے راشدین کے دور میں بھی شادی شدہ زانی کے لیے حدِ رجم نافذ تھی اور اس دور میں اسے ایک "سنتِ ثابتہ" کی حیثیت حاصل تھی۔ پھر اس امر کے تاریخی شواہد بھی موجود ہیں کہ خلافتِ راشدہ کے دورِ مبارک کے بعد بھی مسلمان حکمرانوں نے — جن میں عمر بن عبدالعزیزؒ بھی شامل ہیں زانیٔ محصن پر حدِ رجم نافذ کی۔

۶۔ اُمّتِ مُسلمہ کے ہر دور کے فقہاء و مجتہدین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ سنّت کی رُو سے زانی محصن پر حدِ رجم واجب ہے۔ اس بات کے ثبوت میں انہوں نے درجِ ذیل امور پیشِ نظر رکھے ہیں۔

ا۔ قرآنِ حکیم کی آیتِ جلد کا حکم کوئی "حکمِ عام" نہیں ہے جس سے ہر قسم کے زانی مراد لے لیے جائیں اس لیے کہ خود قرآن نے زانیہ لونڈیوں کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پچاس کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے ۔۔۔ اگر یہ "حکمِ عام" ہوتا تو اسی جرم کے دوسرے مرتکبین کے لیے الگ سزا کیوں مقرر کی جاتی۔

ب۔ آیتِ جلد کے حکم کو اگر بالفرض "حکمِ عام" بھی مان لیا جائے جب بھی سنت (خبرِ متواتر یا مشہور) کے ذریعے قرآن کے کسی "حکمِ عام" میں تخصیص ہو سکتی ہے اور سنت نے چونکہ اس قرآنی حکم میں آزاد زانی محصن کی تخصیص کر دی ہے لہٰذا اس حکم کا اطلاق آزاد محصن زانی پر نہیں کیا جائے گا بلکہ اُس پر از روئے سنت رجم کی حد واجب ہوگی۔

ج۔ آیت جلد کے حکم کو اگر "مطلق حکم" بھی مانا جائے جب بھی اس میں سنت (خبرِ متواتر یا مشہور) کے ذریعے تقیید یا تحدید ہو سکتی ہے بلکہ اُسی طرح جس طرح آیت سرقہ (المائدہ ۳۸) کے بظاہر مطلق حکم میں سنت نے یہ تقیید و تحدید کی ہے کہ ایک خاص نصاب سے کم مالیت اور غیر محفوظ مال کی چوری پر اس کا اطلاق نہیں کیا بعینہٖ اس آیتِ جلد میں بھی سنت (خبرِ متواتر یا مشہور) نے یہ تقیید و تحدید کی ہے کہ آزاد زانی محصن پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف غیر محصن آزاد زانی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

د۔ ملتِ اسلامیہ کے تقریباً تمام مفسرینِ کرام بھی اس بات پر متفق ہیں کہ سورہ نور کی آیتِ جلد کا حکم صرف آزاد غیر شادی شدہ کنواری اور کنواریوں کے ارتکابِ زنا کے بارے میں آیا ہے اور آیت کے الفاظ "اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ" میں لامِ تعریف تعمیم کے لیے نہیں بلکہ تخصیص کے لیے ہے جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ یہ سزا ہر قسم کے زانیوں کے لیے نہیں ہے اپنی اس بات کے ثبوت میں انہوں نے مندرجہ ذیل دلائل دیے ہیں۔

ا۔ قرآن مجید نے اپنے ایک اور مقام پر فرمایا ہے:۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَإِذَآ أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ۔

(النساء ۲۵)

پھر اگر وہ قیدِ نکاح میں آجانے کے بعد بدکاری کا ارتکاب کریں تو جو سزا "محصنات" کے لیے مقرر ہے، اس کی نصف سزا ان (لونڈیوں) پر ہوگی۔

اور "القرآن یفسر بعضہ بعضا" کے اصولِ تفسیر کے مطابق آیتِ جلد کی سزا کو محصنات کی سزا قرار دیا ہے اور سیاق وسباق کا واضح قرینہ اس بات پر شاہد ہے کہ اس سے "آزاد غیر شادی شدہ عورتیں" مراد ہیں کیونکہ ابتدائے آیت میں یہ لفظ ان آزاد عورتوں کے لیے استعمال ہوا ہے جن سے نکاح ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہاں شادی شدہ عورتیں مراد نہیں ہو سکتیں اس لیے کہ ان سے نکاح کرنا از روئے قرآن حرام ہے۔ محصنات پر پوری بحث باب ۳ میں گزر چکی ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آیتِ جلد کا حکم صرف غیر شادی شدہ آزاد زانیوں کے لئے ہے۔

(ب) قرآن مجید کی وہی تفسیر معتبر ہو سکتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اور آپ کی سنت ثابتہ یہ ہے کہ آپ نے آیتِ جلد کے حکم کا اطلاق صرف غیر شادی شدہ آزاد زانیوں پر کیا ہے اور ان پر سو کوڑوں کی حد جاری فرمائی ہے۔ باقی رہے شادی شدہ آزاد زانی، تو ان کو آپ نے ہمیشہ رجم کی سزا دی ہے۔

(ج) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ۔

(الانعام ۱۵۱)

اور کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو جس کا قتل کیا جانا اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور "الا بالحق" کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ معروف حدیث آتی ہے جو حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت عثمانؓ سے مروی ہے اور جس میں منجملہ قاتل اور مرتد کے شادی شدہ زانی کو بھی مباح الدم قرار دیا گیا ہے۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آیتِ جلد کا حکم شادی شدہ آزاد زانی کے بارے میں نہیں ہے بلکہ صرف غیر شادی شدہ آزاد زانی کے ساتھ خاص ہے۔

۸۔ سلف سے لے کر خلف تک تمام علمائے اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ سنّت کے حکم کی رُو سے ہر شادی شدہ آزاد زانی پر حدِ رجم واجب ہے اور قرآن مجید میں جرمِ زنا پر جو سو کوڑوں کی سزا وارد ہوئی ہے وہ صرف غیر شادی شدہ آزاد زانیوں کے لیے خاص ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اسلامی قانون میں زانیٔ محصن کے لیے رجم کی سزا مقرر ہے اور اس امر کی تائید میں قرآن مجید کے قرائن و شواہد ملتے ہیں، اس کے ثبوت میں سنّتِ نبویہ کے نصوص موجود ہیں، اس کی حمایت میں صحابہ کرام کا تعامل شامل ہے، اس پر ائمۂ مجتہدین متفق ہیں، اس کے بارے میں امّت کے فقہاء، محدثین اور مفسرین کے درمیان اتّفاقِ رائے پایا جاتا ہے اور اس پر قرنِ اوّل سے لے کر آج تک ہر دور کے تمام مکاتبِ فکر کے علمائے کرام کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ لہٰذا ایسے منصوص اور اجماعی معاملے میں اختلافِ رائے کی قطعاً کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص محض "ذوقِ اختلاف" اور "شوقِ اجتہاد" میں اس متفق علیہ چیز کا انکار کرتا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں قرآنِ حکیم کا ارشاد یہ ہے کہ:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ	جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے
مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ	بعد رسولؐ کی مخالفت کرے اور مسلمانوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء ۱۱۵)

کی راہ کے سوا کسی اور راہ پر چلے تو ایسے شخص کو ہم اُسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرنا چاہتا ہے اور بالآخر اسے واصلِ جہنم کریں گے جو ایک بُرا ٹھکانہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۰

حدِّ رجم پر اعتراضات کے جوابات

اسلامی قانون میں زانی محصن کے لئے حدِّ رجم کے وجوب پر بعض لوگوں نے اعتراضات بھی کئے ہیں۔ ان اعتراضات میں سے کچھ کے جوابات تو ہماری اس کتاب کے مختلف مقامات پر مل جاتے ہیں۔ بقیہ چند قابلِ ذکر اعتراضات سے ہم ذیل میں تعرض کرتے ہیں۔

۱۔ اس سلسلے کا سب سے پہلا اعتراض یہ ہے کہ:

"قرآن نے جرمِ زنا کے مرتکب کے لئے سو کوڑوں کی سزا مقرر کر دی ہے اور اُس کے لیے رجم کی سزا کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ لہٰذا کسی زانی (خواہ وہ شادی شدہ ہی کیوں نہ ہوں) کو رجم کرنا "خلافِ قرآن" اور "خلافِ اسلام" ہے۔

جواب: یہ درست ہے کہ قرآن مجید میں صریح طور پر کہیں بھی شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا مذکور نہیں ہوئی۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا کسی چیز کا قرآن مجید میں مذکور نہ ہونا اس امر کو مستلزم ہے کہ وہ چیز "خلافِ قرآن" اور "خلافِ اسلام" ہے؟ دینِ اسلام کے بارے میں اگر کوئی شخص یہی تصوّر رکھتا ہے کہ ہر "غیرِ قرآن" چیز "خلافِ قرآن" ہے تو معاف کیجیے اس کا یہ تصوّر ہی "خلافِ قرآن" اور "خلافِ اسلام" ہے۔ صرف قرآن ہی کو ماخذِ قرآن قرار دینے والے خود ایک خلاف قرآن بات کہتے ہیں خواہ وہ عہدِ قدیم کے خوارج ہوں یا دورِ جدید کے منکرین سنّت۔ پوری امّت اس بات پر متفق ہے کہ قرآن کے بعد سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ماخذِ قانون ہے، حجّت ہے، معیارِ حق ہے اور واجب الاطاعت ہے اور یہ چیز خود قرآنِ حکیم کی بہت سی آیات سے ثابت ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝

اے مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے اولوالامر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں اختلاف واقع ہو جائے تو اس (اختلاف) کو اللہ اور رسولؐ کی طرف پھیر دو اگر تم اللہ اور روزِ آخر پر سچا ایمان رکھتے ہو۔ یہی طریقہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بہت اچھا ہے۔

(النساء ۵۹)

اس آیت میں اَطِيْعُوا اللّٰهَ سے مراد قرآن کی اطاعت کرنا ہے۔ اور اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ سے مراد رسولؐ کی اطاعت کرنا ہے اور اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ سے خلیفہ اور عُمّالِ حکومت مراد ہیں جن کی اطاعت بھی واجب ہے غور کیجیے، اِس آیت کے مفہوم میں دو امور خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ اَطِيْعُوْا کا فعل اَللّٰهَ اور اَلرَّسُوْلَ کے ساتھ تو مستقلاً اور لفظاً وارد ہوا ہے جبکہ اُولِي الْاَمْرِ کے ساتھ اَطِيْعُوْا کا فعل اس طرح سے نہیں آیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اُولِي الْاَمْرِ کی اطاعت مستقل طور پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور غیر مشروط طور پر واجب نہیں ہے۔ جبکہ اللہ و رسول کی اطاعت مستقلاً اور غیر مشروط طور پر واجب ہے۔ اولی الامر کی اطاعت صرف اس وقت تک واجب ہے جب تک کہ وہ خود بھی اللہ و رسول کی کامل اطاعت کرتے ہیں اگر اولی الامر کسی وقت اللہ و رسول کی اطاعت کے پابند نہیں رہتے تو اس وقت عوام الناس بھی اولی الامر کی اطاعت کے پابند نہیں ہیں۔

ب۔ دوسرے یہ کہ اولی الامر سے کسی معاملے میں بھی مسلمانوں کا اختلاف ہو سکتا ہے کیونکہ وہ معصوم عن الخطا نہیں ہیں۔ نزاع کی صورت میں قرآن نے اہلِ ایمان اور اولی الامر دونوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنا معاملہ اللہ و رسولؐ کی طرف لوٹائیں۔ گویا ہر معاملے میں یہی 'ردّ الی اللہ والرسول' وہ چیز ہے جو کسی اولی الامر کو اللہ و رسول کی طرح ہر حال میں نہ تو مُطاع رہنے دیتی ہے اور نہ ہی حجّت ٹھہراتی ہے بلکہ یہ وہ چیز ہے جو قرآن اور رسولؐ دونوں کو ہر صُورت میں مُطاع، حجّت، ماخذِ قانون اور معیارِ حق قرار دے دیتی ہے۔ پھر سنّت چونکہ رسولؐ ہی کی قائم مقام ہے اس لیے وہ بھی مُطاع ہے، حجّت ہے، ماخذ قانون ہے اور معیارِ حق ہے۔ صحابہ کرام کے دورِ مبارک سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا سنّت کی اسی حیثیت پر اجماع ہے۔

۲۔ قرآنِ حکیم فرماتا ہے کہ:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ (النحل ۴۴)	اور ہم نے آپ کی طرف ذکر یعنی قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو وہ چیز کھول کر واضح کر دیں جو اُن کے لیے نازل ہوئی ہے۔

اِس مقام پر قرآنِ حکیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منصب بیان کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ قرآن کی تبیین کرنے والے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام صاحبِ وحیؐ کا ہے کہ وہ وحی الٰہی یعنی قرآن کا صحیح مدعا و مفہوم واضح کرے۔ قرآنی دستور کی تشریح و تعبیر کرے اور اس کے احکام کا ٹھیک ٹھیک عملی انطباق کرے۔ رسولؐ کے اس منصبِ تبیین قرآن میں اُمّت کا کوئی دوسرا فرد شریک نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی فرد بھی اس فردِ فرید رسولؐ کی طرح معصوم عن الخطا اور غیر مشروط مُطاع نہیں ہے قرآن کی تبیین کا یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہدِ رسالت میں سرانجام دیا۔ اسی پیغمبرانہ کام کے قولی، فعلی اور تقریری ریکارڈ کا نام سنّت ہے جو دراصل تبیین قرآن ہے اور جو آپ کے بعد آپ کی قائم مقام ہے۔ قانون کا ایک معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ کسی ملک کے دستور کی وہ تشریح و تعبیر جو اس ملک کی عدلیہ کرتی ہے "خلافِ دستور" ہرگز نہیں ہوتی بلکہ "عین مطابقِ دستور" ہوتی ہے۔ کیا دستور قرآنی کی تشریح و تعبیر کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مقام بھی حاصل نہیں جو کسی "دستورِ ملکی" کی تشریح و تعبیر میں وہاں کی عدلیہ کو حاصل ہوتا ہے؟ کیا ایسا سمجھنا قرآن کی مخالفت کرنا نہیں ہے؟

پھر جس طرح کسی دستور کی مستند تشریح و تعبیر کو اس دستور سے الگ چیز نہیں کہا جا سکتا یعنی دستورِ قرآنی کی مستند تشریح و تعبیر یعنی سنّت کو بھی قرآن سے علیحدہ شے قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ آج ہمارے درمیان قرآن تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا اس اس لیے ہم اس پر کامل اطمینان سے عمل کر سکتے ہیں مگر وہ تبیین قرآن یعنی سنّت موجود نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی اس لیے اس پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اُمّت کے جس ذریعہ تواتر نے ہم تک اللہ کا قرآن پہنچایا ہے کیا اُسی ذریعۂ تواتر نے ہم تک رسولؐ کی سنّت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منتقل نہیں کی؟ جو صدور واقلام قرآن کے بارے میں امین رہے آخر سنّت کے معاملے میں خائن کیوں ہو گئے؟ ایک گواہ کو اگر قرآن کے حق میں شاہدِ عادل مانا جاتا ہے تو اسی گواہ کو سنّت کے حق میں کیوں نہ شاہدِ عادل تسلیم کیا جائے؟

اب اصل مسئلے کی طرف آیئے۔ قرآن مجید نے آزاد زانیوں کے لیے سو کوڑوں اور غیر آزاد (لونڈی اور غلام) زانیوں کے لیے پچاس کوڑوں کی دو الگ الگ حدّیں بیان کی ہیں۔ پھر سنّت نے آزاد زانیوں کی دو قسمیں کر کے غیر شادی شدہ کو سو کوڑوں اور شادی شدہ کو رجم کی علیحدہ علیحدہ سزائیں دی ہیں۔ گویا سنّت نے حدِّ جلد کے قرآنی حکم کا اطلاق صرف غیر شادی شدہ آزاد زانیوں پر کیا ہے۔ رسولؐ کا یہ کام تبیینِ قرآن ہے اور اس کے نزدیک حکم قرآنی کا علی الاطلاق یہی ہے۔ آخر دستورِ قرآنی کی اس پیغمبرانہ تشریح و تبیین کو "خلافِ قرآن" کیوں سمجھا جائے؟

۳۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ "رجم ایک وحشیانہ سزا" ہے جو اسلامی سزا نہیں ہو سکتی۔

جواب: اوّل تو یہ ہے کہ اسلامی نظامِ قانون کسی ملزم کو سزا سے بچانے کا جس قدر اہتمام کرتا ہے ایسا اہتمام دنیا کا اور کوئی نظامِ قانون نہیں کرتا۔ مگر یہ بات بالکل صحیح ہے کہ جب کوئی شخص مجرم ثابت ہو جاتا ہے تو پھر اسلامی قانون بے لاگ طریقے سے اس پر سزا نافذ کرتا ہے اور سزا ہی میں قطعاً کوئی نرمی یا رُو رعایت نہیں کرتا بلکہ مجرم کو عبرت ناک سزا دے کر اس کے ذریعے معاشرے کے ان دوسرے لوگوں کا بھی نفسیاتی آپریشن کر دیتا ہے جن کے اندر ارتکابِ جرم کے کچھ بھی جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اس طریقہ سے وہ معاشرے سے جرائم کا فی الواقع استیصال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیتا ہے۔

تجربہ شاہد ہے کہ دنیا میں جب بھی اور جہاں کہیں بھی اسلام کی یہی "وحشیانہ سزائیں" نافذ ہوئی ہیں وہاں سے جرم کا تقریباً خاتمہ ہو گیا ہے۔ اس کے برعکس دوسری طرف وہ "مہذب سزائیں" ہیں جو آج ترقی یافتہ معاشروں میں رائج ہیں اور جن کے نفاذ سے مجرم میں ذوقِ جرم بڑھتا ہے اور جس کے نتیجے میں وہ عادی مجرم بن جاتا ہے۔ ان "مہذب" معاشروں میں جرائم کے مرض کا یہ حال ہے کہ

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ان "مہذب" سزاؤں ہی کا نتیجہ ہے کہ مغربی معاشرہ جرم کی آماجگاہ اور پرورش گاہ بن گیا ہے۔ ان حالات میں ہمارے ہاں کے بعض مغرب زدہ دانش فروشوں کا یہ کہتے پھرنا کہ "اسلام تو وحشیانہ سزائیں دیتا ہے" کس بات کی غمازی کرتا ہے یہی کہ ایسے لوگوں کا جذبۂ ہمدردی صرف چوروں اور ڈاکوؤں کی حمایت میں ابھرتا ہے اور بیچارے لٹے پٹے مظلوموں کے حق میں دفن ہو جاتا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک چوری ایک ایسا مہذب فعل ہے جس پر قطعِ یدِ جیسی "وحشیانہ سزا" دینا تو ظلم اور دقیانوسیت ہے مگر معمولی سزا کے بعد چوری کے جرائم میں اضافہ روشن تہذیب کی علامت ہے۔ ان کے ہاں مجرم ایک ذہنی مریض ہے جو سزا کا نہیں بلکہ نفسیاتی علاج کا مستحق ہے حالانکہ ایسے لال بجھکڑ خود مریض ہیں جو مجرم سے زیادہ ذہنی علاج کے مستحق ہیں۔

۳۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ "اسلام میں پہلے رجم کی سزا موجود تھی پھر قرآن میں کوڑوں کی سزا موجود تھی۔ پھر قرآن میں کوڑوں کی سزا منسوخ ہو گئی۔

جواب: اوّل تو اس بات کی کیا دلیل ہے کہ "اسلام میں پہلے رجم کی سزا موجود

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی" اور اس دعوے کا کیا ماخذ ہے؟ قرآن مجید میں وہ منسوخ آیت کونسی ہے جس میں رجم کا حکم تھا اور سورۂ نور کا حکمِ جلد جس کا ناسخ بنا؟ یا پھر وہ کونسی ایسی منسوخ حدیث ہے جس کو قرآنی حکمِ جلد نے منسوخ کیا ہو؟ اگر اس طرح کی کوئی منسوخ آیت یا منسوخ حدیث موجود نہیں ہے تو پھر اس مفروضے کی کیا بنیاد ہے کہ "اسلام میں پہلے رجم کی سزا موجود تھی جو بعد میں منسوخ ہو گئی"۔

اس سلسلے میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر معاملے میں سابقہ شریعت کے پیروکار تھے اِلّا یہ کہ خدا کی طرف سے کوئی حکمِ جدید بصورتِ وحی نازل ہو جاتا۔ مگر ہمارے نزدیک یہ ایک سخت غلط فہمی ہے جو آج بھی بعض لوگوں کو لاحق ہے مگر اس کا جلد از جلد دُور ہو جانا ضروری ہے۔ آنحضرتؐ سے پہلے شریعتِ موسوی میں بھی جرمِ زنا پر رجم کی سزا موجود تھی۔ مگر قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ آغازِ اسلام میں ارتکابِ زنا پر رجم کی نہیں بلکہ حبس (قید) اور ایذاء کی سزا (معمولی مار پیٹ) مقرر تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝

اور تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں بدکاری کی مرتکب ہوں تو اُن پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی طلب کرو۔ اگر چار آدمی گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید رکھو، یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کر دے یا کسی موقع پر اللہ اُن کے لئے کوئی راستہ نکال دے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذَانِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

اور تم میں سے اگر مرد اور عورت اسی جرم کا ارتکاب کریں تو اُن کو ایذا دو۔ پھر اگر وہ توبہ و اصلاح کر لیں تو اُن کو چھوڑ دو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

(النساء ۱۵، ۱۶)

امت کے تمام مفسرین اور فقہاء کرام یہی مانتے ہیں کہ سورۂ نساء کی انہی دو آیات کی ناسخ سورۂ نور کی آیتِ جلد ہے۔ دوسرے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ کوڑوں کی سزا سے حبس و ایذاء کی سزائیں منسوخ ہوئی ہیں۔

قرآنِ حکیم کی اس نص کی موجودگی میں آخر اس دعویٰ کی کیا دلیل ہے کہ کوڑوں کی سزا نے رجم کی سزا کو منسوخ کیا ہے۔ ایسا کہنا قرآن کی نص صریح کی خلاف ورزی کے سوا اور کیا ہے؟

اب اس اعتراض کے دوسرے پہلو کو لیجئے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ حکمِ جلد کے آ جانے سے رجم کی سزا منسوخ ہو گئی تھی، یہ دعویٰ بھی سرتا سر بے بنیاد ہے کیونکہ اس کی تردید کے لئے صحیح مسلم کی درج ذیل ایک حدیث ہی کافی ہے:

عن ابی هريرة وزيد ابن خالد الجهنيّ انهما قالا ان رجلا من الاعراب اتى رسول الله فقال انشدك الله الا

حضرت ابوہریرہؓ اور زید بن خالد الجہنیؓ دونوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور آ کر کہنے لگا: اے اللہ کے رسولؐ! میں آپ کو خدا کی قسم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قضيت لي بكتاب الله، فقال الخصم الآخر وهو افقه منه، نعم، فاقض بيننا بكتاب الله وائذن لي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم، قل! قال، ابني كان عسيفا على هذا فزنى بامرأته وانّي اخبرت ان على ابني الرجم فافتديت منه بمائة شاة ووليدة فسألت اهل العلم فاخبروني انما على ابني جلد مائة وتغريب عام وان على امرءة هذا الرجم فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلم: والذي نفسي بيده، لاقضيّن بينكما بكتاب الله، الوليدة والغنم ردٌّ

کہا کہ کہتا ہوں کہ آپ خدا کی کتاب کے مطابق میرا فیصلہ فرما دیں۔ اور دوسرا شخص جو پہلے سے زیادہ سمجھدار تھا، کہنے لگا:" مجھے اجازت دیجئے کہ میں واقعہ بیان کروں"۔ آپ نے فرمایا "بیان کرو" وہ بولا: "میرا لڑکا اس شخص کے ہاں مزدوری کرتا تھا اور وہ اس کی بیوی سے زنا کا مرتکب ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ میرے لڑکے پر رجم کی سزا واجب ہے، تو میں نے اس آدمی کو ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی فدیے کے طور پر دی ہیں پھر میں نے اہل علم سے مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ میرے لڑکے پر سو کوڑوں کی سزا واجب ہے اور اس کے ساتھ ایک سال کی جلاوطنی، اور عورت پر رجم کی سزا واجب ہے"۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں تمہارے درمیان کتابِ الٰہی کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ لونڈی اور بکریاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعلى ابنك جلد مائة وتغريب عام واغدُ يا أُنيس الى امرءة هٰذا۔ فان اعترفت فارجمها، قال فغدا عليها فاعترفت فامر بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فرُجمتْ۔

واپس کی جاتی ہیں۔ تمہارے لڑکے پر سو کوڑوں کی سزا واجب ہے اور ایک سال کے لئے جلا وطنی اور اے اُنیس! اس عورت کے، اٹھ جاؤ۔ اگر یہ اپنے جُرم کا اعتراف کرے تو اسے رجم کر دینا۔ پھر جب وہ (صحابی) اُس عورت کے ساتھ گئے تو اُس نے اعترافِ جرم کر لیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اُسے رجم کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحدود)

اس روایت سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں زانی لڑکے کے لئے سو کوڑوں کی جو سزا عہدِ نبوی کے اہلِ علم نے بتائی ہے اور جس سزا کا نفاذ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس زانی لڑکے پر کیا ہے، یہ تو وہی سزا ہے جسے قرآنِ مجید نے بیان کیا ہے اور کوڑوں کی سزا کے اس قرآنی حکم کی موجودگی میں بھی آپ نے ایک شادی شدہ زانیہ عورت (اُس اعرابی کی بیوی) کو رجم کی سزا دی ہے اگر کوڑوں کی سزا رجم کی سزا کی ناسخ تھی تو پھر ایک ناسخ حکم کی موجودگی میں اُس کے کسی منسوخ حکم پر عمل کرنا کس طرح جائز ہو سکتا تھا؟ اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نعوذ باللہ ایسی "خلافِ قرآن" اور "فاش غلطی" ہو سکتی تھی کہ آپ اس زانیہ عورت پر سو کوڑوں کی حد کے بجائے رجم کی حد جاری فرما دیں؟

اگرچہ رفعِ اعتراض کے لئے مذکورہ بالا حدیث کفایت کرتی ہے ہم اس سلسلے میں مزید شواہد بھی پیش کرتے ہیں جس سے اس اعتراض کا بے بنیاد ہونا ثابت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے۔

۱۔ مذکورہ بالا روایت کے ایک راوی ابوہریرہؓ ہیں۔ صحیح بخاری میں اسی روایت کے بارے میں اُن کے اپنے الفاظ یہ موجود ہیں کہ:

كنّا عند النبيّ صلّى الله عليه وسلم۔	ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔

(صحیح بخاری، باب الاعتراف بالزنا)

اور حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ وہ ہجرت کے ساتویں سال مسلمان ہوئے (اور یہی بات دوسرے مؤرخین بھی لکھتے ہیں) جبکہ سورۂ نور واقعۂ افک کے بعد زیادہ سے زیادہ ۶ھ تک نازل ہوئی۔

وقد قام الدليل على ان الرجيم وقع بعد سورة النور لان نزولها كان في قصة الافك. واختلف هل كان سنة اربع او خمس او ست على ما تقدم بيانه والرجم كان بعد ذلك فقد حضره ابو هريرة وانما اسلم سنة سبع وابن عباس انما جاء مع امه الى المدينة سنة تسع۔	یہ بات دلیل سے ثابت ہے کہ رجم کے واقعات سورۂ نور کے نزول کے بعد پیش آئے ہیں۔ کیونکہ یہ سورہ واقعۂ افک کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے اور اس کے زمانۂ نزول کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ وہ ۴ھ یا ۵ھ یا ۶ھ ہے۔ رجم کے تمام واقعات اس زمانہ کے بعد درپیش آئے ہیں۔ جن میں ابوہریرہؓ کی شرکت بھی موجود ہے اور جو ۷ھ میں مسلمان ہوئے تھے اور ابن عباسؓ کی شمولیت بھی ثابت ہے جو اپنی والدہ کے ہمراہ ۹ھ کے بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(فتح الباری۔ کتاب الحدود) تک مدینہ پہنچے تھے۔

صحیح بخاری میں بھی سورۂ نور کے بارے میں ہے کہ وہ واقعۂ افک کے سلسلے میں نازل ہوئی جو غزوۂ بنو مصطلق سے واپسی پر پیش آیا اور یہ واقعہ زیادہ سے زیادہ ۶ھ کا ہے۔

۲۔ رجم غامدیہ کے واقعے میں جو صحیح مسلم میں آیا ہے، حضرت خالد بن ولیدؓ کی شرکت بھی ثابت ہے اور ان کے بارے میں حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ وہ ماہ صفر ۸ھ میں مسلمان ہوئے جبکہ سورۂ نور اس سے پہلے نازل ہو چکی تھی اور ان کے ساتھ ہی حضرت عثمان بن طلحہؓ اور عمرو بن العاصؓ بھی اسلام لائے تھے حضرت خالدؓ کے اسلام لانے کا واقعہ حافظ ابن کثیرؒ نے خود ان کی روایت کے حوالے سے درج کیا ہے:

"فقلت انی اشهد ان لا اله الا الله وانک رسول الله . . . وتقدم عثمان وعمرو فبايعا رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال وكان قدومنا فى صفر سنة ثمان"	"پھر میں (خالد بن ولید) نے کہا" میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسولؐ ہیں . . . . اور پھر عثمان (بن طلحہ) اور عمرو (بن العاص) آگے بڑھے اور دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور وہ (خالد) کہتے ہیں کہ ہم ماہ صفر ۸ھ میں اسلام لائے تھے"

(البدایہ والنہایہ حافظ ابن کثیرؒ جلد ۴ صفحہ ۲۴۰، طبع بیروت)

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوڑوں کی سزا کے قرآنی حکم کے نازل ہو جانے کے بعد رجم کی سزا نافذ تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ حضرت ابن عباسؓ بھی واقعۂ رجم میں شریک تھے اور اُن کے بارے میں حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ کی تصریح گذر چکی کہ وہ اپنی والدہ کے ہمراہ ۹ھ کو مکے سے مدینہ تشریف لائے تھے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رجم کا وہ واقعہ ۹ھ یا اُس کے بعد کسی وقت پیش آیا۔ ابنِ عباسؓ کے ۹ھ میں مدینہ پہنچنے کا واقعہ علامہ قسطلانیؒ نے بھی صحیح بخاری کی شرح "ارشاد الساری" (۹/۱۰) میں درج کیا ہے۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس یہودی جوڑے کو رجم کرایا، اُس واقعہ میں بزاز اور طبرانی کی روایت کے مطابق عبداللہ بن حارثؓ بھی شریک تھے۔ اُن کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ:

فکنت فی من رجمھما۔ میں اُن لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے ان دونوں کو رجم کیا تھا۔
(مجمعِ الزوائد۔ الہیثمی)

اور وہ اپنے والد کے ہمراہ فتح مکہ ۸ھ کے بعد اسلام لائے تھے جیسا کہ فتح الباری میں حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے۔

(ملاحظہ ہو: باب احکام اھل الذمہ واحصانھم اذا زنوا)

ان تمام تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ رجم کے تمام تر واقعات سورۂ نور کے نزول کے بعد پیش آئے ہیں اور حکمِ جلد نے آکر رجم کی سزا کو منسوخ نہیں کیا بلکہ اِس حکم کے نازل ہونے کے بعد ہی سنّت نے اس قرآنی حکم میں زانیٔ محصن کے لئے حدِ رجم کی تخصیص کر کے اِس سزا کو جاری فرمایا تھا اور خلفائے راشدین نے بھی سنّت کی اِس حدِ شرعی کو برابر نافذ رکھا اور علمائے اسلام کا ہمیشہ اس پر اجماع رہا ہے کہ یہ حدِ شرعی منسوخ نہیں ہے بلکہ واجب العمل ہے مگر اس حقیقت کو وہی شخص مان سکتا ہے جو دین کے پیچھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلنا چاہتا ہو اور وہ شخص کبھی نہیں مان سکتا جو دین کو اپنے پیچھے چلانا چاہتا ہو۔

۴۔ ایک نرالا اعتراض بعض ذہین لوگوں نے یہ پیدا کیا ہے کہ قرآن کے کسی حکم عام میں سنت کے ذریعے کوئی تخصیص صرف اس صورت میں معتبر اور قابلِ قبول ہو سکتی ہے جبکہ یہ تخصیص اپنے اصل حکم کے مقابلہ میں مقدار اور حجم کے اعتبار سے کم ہو۔ لیکن اگر کوئی تخصیص نے اصل حکم سے مقدار یا کمیت میں بڑھ جاتی ہے تو وہ خلافِ قرآن اور مردود ہے۔ پھر اسی متعصبانہ خیال کی بنیاد پر یہ لوگ زانی محصن کے لئے حدِ رجم کے وجوب کا انکار کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک جرمِ زنا کی قرآنی سزا تو سو کوڑے ہیں اور سنت نے اس میں جو تخصیص کی ہے تو وہ رجم کی سزا ہے جو قرآنی سزا سے مقدار اور کمیت میں کئی گنا بڑھ گئی ہے اس لئے رجم کو زانی محصن کے لئے حدِ شرعی نہیں مانا جا سکتا۔

جواب: جن ذہین لوگوں نے انکارِ سنت کی یہ نئی راہ نکالی ہے کہ کسی قرآنی حکم میں سنت کی کوئی تخصیص قرآنی حکم سے کمیت میں زیادہ نہیں ہونی چاہیئے ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تخصیص وغیرہا کی اصطلاحات اصول بعد میں وضع کی گئی ہیں اور سنتِ رسول ان سے بہت پہلے موجود تھی۔ عہدِ نبوی، دورِ خلافتِ راشدہ اور اس کے بعد کم سے کم پہلی صدی ہجری کے خاتمے تک ہمارے اصولِ فقہ کی اصطلاحوں کا قطعاً کوئی وجود نہ تھا۔ سوال یہ ہے کہ خیر القرون کے ابتدائی پورے سو سال تک اُمت کا عمل کیا تھا؟ لوگ تو سنت کو محمد سنت کی حیثیت سے مانتے اور اسے حجت سمجھ کر اس پر عمل کرتے تھے۔ ہم اپنی اس کتاب میں پہلے واضح کر چکے ہیں کہ قرنِ اول کے تمام تر عرصہ میں زانی محصن کے لئے حدِ رجم کا وجوب، بطورِ سنتِ رسول مشہور معمول بہ تھا۔

عہدِ رسالت مآب کے واقعۂ عسیف میں جن اہلِ علم نے دوسرے اعتراض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زانیہ بیوی کے بارے میں یہ کہا تھا کہ "ان علی امرءۃ ھٰذا الرجم" (اس کی بیوی پر رجم کی سزا واجب ہے (صحیح مسلم) تو اُن کے سامنے یہ قضیہ نہیں تھا کہ قرآنی حکم میں ایسی تخصیص ہو سکتی ہے یا نہیں؟ آیا یہ تخصیص ہے یا نہیں؟ بلکہ وہ صرف یہ جانتے تھے کہ یہ سُنّتِ نبویؐ ہے اور اس لئے واجب العمل ہے۔

فاروقِ اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب سزائے رجم کو "حدّ من حدود واللہ تعالیٰ" (مسند احمد) فرمایا تھا تو اُس وقت اُن کے پیشِ نظر یہ معاملہ ہرگز نہیں تھا کہ قرآن نے تو سو کوڑوں کی ہلکی سزا دی ہے مگر اسی جُرم پر سنّت نے رجم کی بھاری سزا کیوں مقرر کی ہے؟ اور بکر و ثیب کا فرق کیوں ملحوظ رکھا گیا ہے؟ اور آیا اس قسم کی تخصیص ناجائز ہے یا جائز؟ وہ اس حکمِ سُنّت کو بھی حکمِ الٰہی سمجھتے تھے اور اس لئے اس پر عمل کرنا اُن کے نزدیک واجب تھا اور بس۔

فقہاء اور اصولیین حضرات نے تو اصول اس لئے وضع کئے تھے کہ سنّت پر عمل کی راہ آسان ہو مگر افسوس ان متجدّدینِ عہدِ حاضر پر جو انہی اصولوں سے انکارِ سُنّت کی راہ کھولنا چاہتے ہیں۔ شروع سے آج تک اس اُمّت کا کوئی ایک فقیہ، اصولی، محدّث، مجتہد یا مفسّر ایسا نہیں ہو گزرا جس نے تخصیص کی آڑ میں زانی محصن پر حدِ رجم کے وجوب سے انکار کیا ہو بلکہ سب نے بالاتفاق اس اصطلاحِ تخصیص کو رجم کی حدِّ شرعی کے اثبات کے لئے استعمال کیا ہے۔ جو چیز اسلاف نے ہدایت پھیلانے کی خاطر وضع کی، وہی چیز ہمارے دَور کے تجدّد پسندوں کے ہاں ضلالت پھیلانے کا ذریعہ بن گئی۔ فیا للعجب!

جو شخص سنّت کو قرآن کی مُبیّنہ یعنی مدّعا و مفہوم واضح کرنے والی چیز سمجھتا ہے اور اس کے حقِ تبیین کے تحت قرآن کے کسی مطلق یا عام حکم میں تقیید و تخصیص کا اصول طور پر قائل ہے تو ایسے شخص کو سُنّت پر یہ قدغن لگانے کا حق کہاں سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوگیا کہ وہ سُنّت پر یہ قدغن لگائے کہ وہ فلاں قدر تبیین نو کر سکتی ہے مگر فلاں قدر نہیں کر سکتی۔ سنّت پر یہ پابندی اگر کوئی لگا سکتا تھا تو وہ قرآن تھا مگر معلوم ہے کہ اُس نے یہ پابندی کہیں نہیں لگائی پھر تا بدیگراں چہ رسد! دوسرا کون ہے جو سنّت کے کسی اختیار پر اپنی طرف سے کوئی پابندی لگائے۔ مُسلمانی یہ ہے کہ ایک شخص قرآن و سنّت کے پیچھے چلے، نہ یہ کہ وہ قرآن و سنّت کو اپنے پیچھے چلانے کی کوشش کرے۔

فی الحقیقت قرآن کے احکام میں سنّت کے ذریعہ تخصیص ہر اعتبار سے ہوئی ہے کبھی حکم مخصّص اپنے حکم عام سے مقدار اور کمیّت میں نسبتاً کم رہا ہے تو کبھی نسبتاً زیادہ بھی ہوگیا ہے۔ اور کبھی بالکل برابر کا۔

مثال کے طور پر قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝	اور (اے پیغمبرؐ!) اپنی نماز میں بلند آواز سے قرأت نہ کریں اور نہ ہی پست آواز میں۔ بلکہ ان دونوں کا درمیانی لہجہ اختیار کریں۔

(بنی اسرائیل ۱۱۰)

اس آیت میں نماز کے اندر قرأت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے توسّط سے تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں نہ تو بلند آواز سے قراءت کیا کریں اور نہ ہی پست آواز میں، بلکہ ایک درمیانی لہجہ اختیار کیا کریں۔ اب دیکھئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآنی حکم پر کیسے عمل فرمایا؟

آپؐ نے دونوں لہجوں کے درمیان ایک متوسّط لہجہ اختیار کرنے کی بجائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرأت کے لحاظ سے نمازوں کی دو قسمیں ٹھیرائیں، ایک جہری اور دوسری سِرّی[1] جہری قرأت والی قسم میں فجر، مغرب اور عشاء کی نمازیں داخل کیں اور سِرّی میں ظہر اور عصر کی نمازیں شامل کر دیں[2] اس طرح سنّت نے قرآنی حکم میں صعودی اور نزولی دونوں اعتبارات سے وہ تخصیص کر دی جس کے نتیجے میں قرآنی حکم اپنی مقدار اور حجم کے لحاظ سے ایک جانب بڑھ گیا اور دوسری جانب کم ہو گیا۔ ——— اور یہ سب کچھ قرآن کی خلاف ورزی میں نہیں ہوا بلکہ عین منشائے قرآنی قرار پایا۔ کیونکہ سنّت کا کام قرآن کی تشریح و تبیین کے سوا اور کچھ نہیں۔

اسی سلسلے کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

قرآن حکیم نے اولاد کو اپنے والدین سے حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔ — اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ (بنی اسرائیل ۲)

مگر سنّت نے ساتھ ہی والدہ کی تخصیص کر دی کہ وہ والد سے تین گنا زیادہ اپنی

---

[1] یہاں تک کہ فقہ اسلامی میں فجر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کا نام ہی جہری نمازیں ہے۔ اور بلند آواز سے آمین کہنے کو آمین بالجہر کہا جاتا ہے۔

[2] امام شافعیؒ نے "الرسالہ" میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں قراءت کے بارے میں یہ سنّت جاری کی کہ مغرب، عشاء اور صبح کی نمازوں میں جہری قراءت کی اور ظہر اور عصر میں خفی قراءت فرمائی۔ اُن کے اپنے الفاظ ہیں کہ:

وسَنَّ فيها كلّها قراءةً، وسَنَّ انّ الجهر منها بالقراءة في المغرب والعشاء والصبح، وانّ المخافتة بالقراءة في الظهر والعصر۔ (الرسالہ ص ۱۷۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاد کے حسنِ سلوک کی مستحق ہے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ :

جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال : یارسول اللہ من احق بحسن صحابتی ؟ قال : امّك قال ثمّ مَن ؟ قال ثمّ امّك، قال ثمّ مَن ؟ قال ثم امّك، قال ثمّ مَن ؟ قال ابُوك۔

(بخاری و مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا، اُس نے پوچھا، اے اللہ کے رسولؐ! میرے حُسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے ؟ فرمایا "تیری ماں" پوچھا پھر کون ؟ فرمایا "تیری ماں" پوچھا " پھر کون ؟ فرمایا "تیری ماں" پوچھا "پھر کون ؟ فرمایا "تیرا باپ"۔

تو کیا ہم سنت کی اس تخصیص کو محض اس بناء پر ردّ کر دیں گے کہ یہ اصل قرآنی حکم سے مقدار اور حجم میں بڑھ گئی ہے ؟ جن ذہین لوگوں نے قرآن و سنّت کی پیروی کرنے کی بجائے محض اپنے ڈھکوسلوں ہی کی پرستش کرنی ہو صرف ایسے بقراط ہی اس سوال کا جواب اثبات میں دے سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے کیا بعید ہے کہ وہ واقعۂ معراج کا انکار بھی صرف اس بنیاد پر کر دیں کہ اس میں بھی سنت نے قرآن کے واقعۂ اسراء کو مقدار اور حجم کے لحاظ سے کئی گنا بڑھا دیا ہے!۔

سب جانتے ہیں کہ قرآن میں تو صرف مسجدِ حرام (مکّہ) سے مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس) تک کا سفر مذکور ہوا ہے اور احادیثِ صحیحہ اس سفرِ مبارک کو آسمان بلکہ عرشِ الٰہی تک بیان کرتی ہیں۔

قرآنی حکم میں سنّت کے ذریعے تخصیص کی اس صورت کی بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں جہاں قرآن کے حکم کے بالمقابل سنّت نے کوئی برابر کا حکم دیا ہے۔ قرآن کا ایک حکم کسی چیز کو حرام ظاہر کر رہا ہے مگر سنّت اُسے تخصیص کے تحت حلال ٹھہراتی دیتی ہے جیسا کہ قرآن کی رُو سے ہر حلال جانور کا میتہ یعنی مُردار حرام ہے۔ (البقرہ ۱۷۳) مگر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنّت نے مچھلی کے میتہ کو حلال ٹھیرایا ہے۔ یا مثلاً قرآن نے دو بہنوں کو بیک وقت کسی ایک مرد کے نکاح میں آنے کو حرام ٹھہرایا ہے اور سنّت نے اس حکم کے مقابل میں برابر کا یہ حکم دیا ہے کہ پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی کا بھی بیک وقت کسی ایک مرد کے نکاح میں آنا حرام ہے۔ تو کیا سنّت کی ان تخصیصات کو خلافِ قرآن کہہ کر رَدّ کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا ایسا کرنا رسولؐ کے منصبِ تبیین سے انکار کرنا نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۱

مولانا اصلاحی کے تصوّرِ رجم کا تجزیہ

زمانۂ حال میں صاحبِ "تدبّرِ قرآن" مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے شادی شدہ زانی کے لئے حدِ رجم کی سنّت کے وجوب سے انکار کیا ہے۔ لیکن اس انکار کے پردہ میں اقرار کا پہلو یہ ہے کہ انہوں نے رجم کو اپنے اجتہادِ خاص سے بعض دیگر جرائم کے لئے ایک شرعی سزا قرار دے کر گویا اس امر کا مظاہرہ کیا ہے کہ:

منکرِ مے بودن و ہم رنگِ مستاں زیستن

مگر ہمارے نزدیک مولانا صاحب بھی دراصل عہدِ قدیم کے خوارج اور دورِ جدید کے منکرینِ حدیث (بلکہ منکرینِ سنّت) کی اُس صف میں شامل ہو گئے ہیں جو سنّت کے نصوص کے خلاف مصروفِ جہاد ہے۔ مولانا صاحب سورۂ نور آیت ۲ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عام سزا زنا کی وہی ہے جو سورۂ نور کی زیرِ بحث آیت میں مذکور ہے، قطع نظر اس سے کہ مرتکبِ جرم شادی شُدہ ہے یا غیر شادی شُدہ"

(تدبّرِ قرآن جلد چہارم صفحہ ۵۰۵)

"کوئی زانی کنوارا ہو یا شادی شُدہ، دونوں کی اصل سزا تو جلد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(تازیانہ) ہی ہے۔ (حوالۂ مذکور صفحہ ۵۰۷)

سزائے رجم کے بارے میں مولانا صاحب کے مؤقف کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ رجم کا معاملہ ایک فقہی مسئلہ ہے جس میں فقہاء نے ایک اُلجھن پیدا کر دی ہے۔

۲۔ رجم کے بارے میں آمدہ احادیث تمام تر اخبارِ آحاد ہیں۔

۳۔ قرآن کے کسی حکمِ عام میں اخبارِ آحاد یا سنّت کے ذریعے کوئی تخصیص یا تقیید یا تحدید نہیں کی جا سکتی۔ نیز یہ کہ قرآن کو قرآن کے سوا کوئی دوسری چیز منسوخ نہیں کر سکتی۔

۴۔ زانی محصن کے لئے حدِ رجم واجب ہونے کے اثبات میں فقہاء اسلام نے صرف ایک آدھ حدیث پر اعتماد کیا ہے۔

رجم کی سزا باغیوں، غنڈوں، بدمعاشوں اور لاء اور آرڈر کا مسئلہ پیدا کرنے والے مجرموں کے لئے ہے جو سورۂ مائدہ کی آیتِ حرابہ (۳۳) سے ثابت ہے جس کا کوئی تعلق سورۂ نور کی آیت جلد (۲) سے نہیں ہے۔ نیز رجم کی یہ سزا عام قسم کا کیس نہیں بلکہ نکال کا معاملہ ہے۔

اب ہم مولانا صاحب کے اس مؤقف کا تجزیہ کرتے ہیں:

۱۔ مولانا صاحب نے زانی محصن کے لئے حدِ رجم کو ایک فقہی مسئلہ سمجھا ہے اور یہ اُن کے نقطۂ نظر کی سب سے پہلی غلطی ہے۔ انہوں نے سورۂ مائدہ کی آیت ۳۳ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے کہ:

"رجم کے باب میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کے درمیان ہماری فقہ میں جو فرق کیا گیا ہے اس پر انشاء اللہ ہم سورۂ نور کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ لکھیں گے۔"

(تدبر قرآن جلد دوم صفحہ ۲۷۸)

اس کے بعد سورۂ نور کی آیتِ جلد کی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں:

"اس آیت کے ظاہر الفاظ کا جہاں تک تعلق ہے وہ تو ہر قسم کے زانی اور ہر قسم کی زانیہ کے لئے عام ہیں لیکن ہمارے فقہاء نے اس عموم پر بعض قیدیں عاید کی ہیں جن میں سے بعض صحیح ہیں، بعض ہمارے نزدیک غلط ہیں اور بعض محتاجِ تفصیل ہیں۔ اگرچہ ہمارے لئے فقہی مباحث میں زیادہ گھسنے کی گنجائش نہیں ہے لیکن بعض ضروری باتوں کی طرف اشارہ ناگزیر ہے۔" (تدبر قرآن جلد چہارم صفحہ ۵۰۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اس سلسلے میں چار قیدیں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"پانچویں قید تقریباً تمام فقہاء نے اس پر یہ عائد کی ہے کہ اس حد کا تعلق صرف اس زانی سے ہے جس کی شادی نہ ہوئی ہو یا شادی تو ہوئی ہو لیکن ابھی اُس نے مباشرت نہ کی ہو۔ رہے وہ جنکی شادی بھی ہو چکی ہے اور جو مباشرت بھی کر چکے ہیں تو اُن کے لئے سزا رجم کی ہے۔

اس آیت پر فقہاء کی یہ قید بڑی اہم ہے" (ص ۵۰۱ حوالۂ مذکور)

پھر اس بحث کے آخر میں فرماتے ہیں:

"یہ تو میں نے جو کچھ لکھا ہے محض فقہاء کی پیدا کردہ ایک اُلجھن کو دُور کرنے کے لئے لکھا ہے کہ وہ ماعز کے واقعۂ رجم کو ایک عام قسم کا کیس سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ بات نہیں ہے"

(ص ۵۰۶ حوالۂ مذکور)

مولانا صاحب سے گذارش ہے کہ رجم کا معاملہ سرے سے فقہی مسئلہ ہی نہیں ہے جس کو آج چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد کوئی متجدد اپنے اجتہاد کا نشانہ بنائے۔ یہ تو سنّت کی وہ نصِ صریح ہے جس کے "سنتِ ثابتہ" ہونے پر صحابۂ کرامؓ اور سلف سے لے کر خلف تک تمام علمائے اُمت متفق ہیں۔ شادی شدہ زانی کے لئے رجم کی حد نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے قول سے بلکہ آپ کے عمل سے بھی ثابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر مقدمۂ زنا میں جہاں مرتکبِ زنا سے اُس کے عاقل ہونے کے بارے میں معلوم کرتے وہاں اُس کے شادی شدہ ہونے کے بارے میں بھی دریافت فرماتے پھر اگر وہ غیر شادی شدہ ہوتا تو اُسے سو کوڑوں کی سزا دیتے اور اگر وہ شادی شدہ ہوتا تو اُس پر رجم کی حد جاری فرماتے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور ابوداؤد کی روایات ہیں کہ ماعز سے پوچھ گچھ کے دوران میں حضورؐ نے یہ سوال بھی کیا ہے کہ "ابك جنون" کیا تو پاگل ہے؟ ماعز کا جواب تھا "لا" (نہیں) پھر آپؐ نے پوچھا: فهل أحصنت (کیا تو شادی شدہ ہے؟) اس کے جواب میں ماعز نے کہا "نعم" (جی ہاں) اس کے بعد حضورؐ نے اُسے رجم کئے جانے کا حکم فرمایا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر شادی شدہ زانی کے لیے اسلام میں کوئی الگ سزا نہیں تھی تو یہ ایک بے معنیٰ اور فضول سوال تھا جس کی کوئی توقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کی جا سکتی۔

اسی طرح صحیح بخاری میں جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی روایت کے آخر میں ماعز کے رجم کئے جانے کی علت یہ بیان ہوئی ہے کہ:

وکان قد اُحصن ۔ وہ (ماعز) شادی شدہ تھا۔

صحیح مسلم، کتاب الحدود میں حضرت ابوہریرہؓ اور زید بن خالد جہنیؓ کی متفقہ روایت موجود ہے کہ اس اعرابی کے بیٹے کو جو کنوارا زانی تھا، حضورؐ نے سو کوڑوں کی سزا دی اور دوسرے شخص کی زانیہ بیوی کو جو شادی شدہ تھی، آپ نے رجم کئے جانے کا حکم دیا تھا۔ اس روایت میں اس عورت کے لیے بامراتہٖ کے الفاظ آئے ہیں، جس کے معنیٰ ہیں "اس آدمی کی بیوی"۔

جس یہودی مرد اور عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کرایا تھا اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی "صحیح" میں اس باب کے تحت لائے ہیں۔

باب احکام اھل الذمۃ واحصانھم اذا زنوا ورفعوا الی الامام۔

"یعنی وہ باب جس میں شادی شدہ زانی ذمیوں کے بارے میں احکام درج ہیں جب ان لوگوں کو امام المسلمین کے سامنے پیش کر دیا جائے"۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک علتِ رجم زانیوں کا شادی شدہ ہونا ہے اسی طرح امام صاحب نے دوسرا جگہ "باب رجم المحصن" بھی باندھا ہے۔

شادی شدہ زانی کے لیے حدِ رجم سنّت کی ایک نصّ ہے جس کی موجودگی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کسی اجتہاد استنباط کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور مولانا صاحب سے زیادہ کون اس حقیقت سے باخبر ہو سکتا ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ:

"اجتہاد سے کام اس صورت میں لیا جائے گا جب کتاب و سنّت کے نصوص میں کوئی راہ نمائی نہ ملے۔" (اسلامی قانون کی تدوین ص ۳۲، طبع دوم ۱۹۷۶ء)

حاصل یہ کہ شادی شدہ زانی کے لیے حدِ رجم کوئی فقہی مسئلہ نہیں ہے جس میں قیاس و اجتہاد کو کوئی دخل ہو اور نہ ہی یہ "فقہا کی پیدا کردہ کوئی الجھن" ہے بلکہ یہ سنّت کی ایک نصِّ صریح ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان اسے بے چون و چرا تسلیم کرلے ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن — کہ جاہا سپر باید انداختن

۱۔ امام ابن ہمام (متوفی ۸۶۱ھ) مشہور روایت سے قرآن کے مطلق حکم کی تقیید کو واجب قرار دیتے ہیں اور انہوں نے اس اصول کو حنفیہ اور شافعیہ کا ایک متّفقہ اصول قرار دیا ہے جیسا کہ ان کی کتاب کا موضوع ہے۔ او۔ رجم کی روایات کو اخبارِ مشہورہ قرار دے کر اس سے سورۂ نور کی آیتِ جلد کے حکم کو غیرِ محصن کے ساتھ مقیّد کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

فوجب تقييد	اس (خبرِ مشہور) سے قرآن کے مطلق
مطلق الكتاب	حکم کی تقیید کرنا واجب ہے جیسا کہ
به كتقييد اٰية	وہ آیت جس میں زانی کو کوڑے مارنے
جلد الزانی	کی سزا بیان ہوئی ہے غیر محصن کے
بكونه غير	ساتھ مقیّد ہے کیونکہ ماعز کے رجم کی
محصن بر جم	روایات موجود ہیں... اسی طرح وہ
ماعز... و اٰية	آیت جس میں وضو کا حکم ہے اس میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غسل الرجل	پاؤں دھونا مقید ہے اس شخص کے
بعدم التخفف	لیے جس نے موزے نہ پہن رکھے
بحدیث المسح	ہوں کیونکہ وضو کے بارے میں حدیث
ان لم یکن	ہے کہ موزوں پر مسح کرے اور یہ
متواترا۔	دونوں قسم کی روایات (مشہورہ ہیں)
	متواترہ نہیں ہیں۔

(کتاب التحریر مع شرح جلد ۳ ص ۳۸)

۲- دوسری بات جو مولانا صاحب نے کہی ہے ، یہ ہے کہ رجم کے بارے میں آمدہ احادیث تمام تر اخبارِ آحاد ہیں۔ مولانا صاحب آیتِ جلد کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس آیت پر فقہا کی یہ قید بڑی اہم ہے۔ اس کو تخصیص کیسے یا نسخ، مجرد اخبارِ آحاد کی بنا پر قرآن کے کسی حکمِ عام کو اس طرح مقید یا منسوخ کر دینا بہرحال ایک ایسی بات ہے جس پر دل مطمئن نہیں ہوتا۔" (تدبر قرآن ج ۴ ص ۵۰۱)

جواب: رجم کے بارے میں آمدہ احادیث کو اکثر محدثین، فقہا اور علمائے امت نے اخبارِ مشہورہ بلکہ متواتر المعنیٰ قرار دیا ہے۔ اگر کچھ حضرات نے ان کو اخبارِ آحاد بھی کہا ہے تو انہوں نے بھی ان کی قانونی حیثیت مشہورہ اور متواترہ روایات کے برابر تسلیم کی ہے اور ان کے ذریعے قرآن کے کسی حکمِ عام کی تخصیص تقیید اور تحدید کو بالکل جائز ٹھہرایا ہے۔

اس سلسلے میں بعض حوالے یہاں درج کئے جاتے ہیں:-

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲ - امام رازیؒ نے رجم کی احادیث کو متواتر کہا ہے، وہ لکھتے ہیں:

ان الرجم منقول بالتواتر۔ — رجم کی روایات تواتر سے ثابت ہیں۔

(تفسیر کبیر، زیرِ تفسیر آیتِ جلد)

۳ - امام شوکانیؒ رجم کو سنّتِ متواترہ قرار دیتے ہیں۔

من کان محصناً من الاحرار فعلیه الرجم بالسنة المتواترة وباجماع اهل العلم۔ — جو آزاد شادی شدہ زانی ہو تو اس پر سنّتِ متواترہ اور اجماعِ مسلمین کی رُو سے حدِ رجم واجب ہے۔

(فتح القدیر، زیرِ تفسیر آیتِ جلد)

۴ - علامہ آلوسیؒ رجم کی روایات کو متواتر المعنیٰ کہتے ہیں۔

ثبوت الرجم منه علیه الصلوٰة والسلام متواتر المعنی۔ — متواتر المعنیٰ روایات کے ذریعے حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے رجم کا ثبوت ملتا ہے۔

(روح المعانی، زیرِ تفسیر آیتِ جلد)

۵ - سیّد امیر علی نے احادیثِ رجم کو مشہور کہا ہے۔

"ہم نے معلوم کیا بذریعہ مشہور حدیث رجم و اجماع کے کہ زانیہ غیر محصنہ کا حکم دِرّے ہیں اور مُحصنہ کا حکم رجم ہے۔"

(مواہب الرحمٰن، زیرِ تفسیر سورہ نور آیت ۲)

۶ - ابو منصور عبد القاہر بغدادی (متوفی ۴۲۹ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ سنّت کی تین اقسام ہیں:

متواتر، متواتر المعنیٰ اور آحاد اور پھر رجم کے بارے میں احادیث کی وضاحت کرتے ہیں کہ یہ متواتر المعنیٰ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والثانی خبر جار مجری التواتر بالاستفاضة یوجب العلم المکتسب کالاخبار الواردۃ فی الرجم والمسح علی الخفین۔

(اصول الدین، ص ۲۰۴)

(سنت کی) دوسری قسم متواتر جاری مجری یعنی متواتر المعنیٰ مستفیض (مشہور) خبر ہے اس سے علم مکتسب حاصل ہوتا ہے جیسا کہ رجم کے بارے میں احادیث ہیں اور مسح علی الخفین یعنی موزوں پر مسح کرنے کی روایات ہیں۔

۸۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تحریر کیا ہے کہ:

والحق ان الرجم ثابت من النبی صلی اللہ علیہ وسلم باخبار متواترۃ بالمعنیٰ۔

(تفسیر مظہری جلد ۶، ص ۴۲۲)

حق بات یہ ہے کہ حدِ رجم متواتر بالمعنیٰ روایات کے ذریعے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

۳۔ مولانا صاحب نے یہ رائے بھی اختیار کی ہے کہ قرآن کے کسی حکم عام میں اخبار آحاد یا سنت کے ذریعے کوئی تخصیص، تقیید یا تحدید نہیں کی جا سکتی نیز یہ کہ قرآن کو قرآن کے سوا کوئی دوسری چیز منسوخ نہیں کر سکتی۔

آیتِ جلد کے حکم میں سنت کے ذریعے زانی محصن کی تخصیص وغیرہ کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

"مجرد اخبارِ آحاد کی بنا پر قرآن کے کسی حکم عام کو اسی طرح مقید یا منسوخ کر دینا بہرحال ایک ایسی بات ہے جس پر دل مطمئن نہیں ہوتا"

(تدبر قرآن جلد چہارم ص ۵۰۱)

نیز فرماتے ہیں کہ:

"عبادہ بن صامت کی یہی روایت ہے جس کے بل پر سورۂ نور کی آیت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو منسوخ ٹھہرایا گیا حالانکہ قرآن کو قرآن کے سوا کوئی دوسری چیز منسوخ نہیں کر سکتی۔"
(ص ۵۰۲ حوالہ مذکور)

آیتِ جلد کی تفسیر کے اختتام پر لکھتے ہیں:۔
"خلاصہ یہ ہے کہ آیت زیر بحث کو جو لوگ منسوخ مانتے ہیں، ان کا خیال ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ قرآن کی کوئی آیت قرآن کے سوا کسی دوسری چیز سے منسوخ نہیں ہوئی ہے اور یہ ناسخ و منسوخ دونوں قرآن میں موجود ہیں منسوخ ہونا تو الگ رہا اگر کسی آیت کی تحدید و تخصیص بھی ہوئی ہے تو اس کے قرائن و اشارات یا تو آیت کے سیاق و سباق اور اس کے موقع و محل میں مضمر ہیں یا خود قرآن کے دوسرے مقامات میں موجود ہیں۔" (ص ۵۰۶ حوالہ مذکور)

اس بحث میں مولانا صاحب نے ایک غلطِ مبحث پیدا کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ تخصیص کو نسخ کا مترادف ٹھہرا دیا ہے اور پھر اسی پر اپنا زورِ قلم صرف کیا ہے حالانکہ امتِ مسلمہ کا کوئی ایک صاحبِ علم بھی آیتِ جلد اور اس کے حکم کو اس طرح سے منسوخ نہیں مانتا جس طرح سے مولانا صاحب بتا رہے ہیں آج تک اہل علم میں سے کسی ایک شخص نے بھی یہ نہیں کہا کہ آیتِ جلد کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور اب اس پر عمل باقی نہیں رہا بلکہ تمام علمائے اسلام نے آیتِ جلد کا حکم کو برقرار رکھا ہے اور وہ اس میں صرف تخصیص یا تقیید مانتے ہیں۔

البتہ متقدمین اصولیین نے "نسخ" کی جو اصطلاح استعمال کی تھی اس کے مطابق انہوں نے شادی شدہ زانی کے حق میں اس آیت میں نسخ مانا تھا مگر ان کا نسخ در اصل تخصیص یا تقیید ہی کی صورت تھی جس سے آیت کا حکم مرتفع نہیں ہوتا تھا۔ اس کے بعد متاخرین اصولیین نے "نسخ" کی اس قدیم اصطلاح کے بجائے تخصیص و تقیید وغیرہ کی اصطلاحیں استعمال کیں اور نسخ کی اصطلاح کو صرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مفہوم کے لیے خاص کر لیا جب کوئی حکم بالکلیہ مرتفع ہو جائے اور اس پر عمل کرنا واجب نہ رہے۔

مثال کے طور پر قرآن کے حکمِ وضو کو لیجیے جو سورہ مائدہ میں مفصّل بیان ہوا ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں کہ:

وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔ اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں (دھولیا کرو)

(المائدہ آیت ۶)

جمہور علماء اور خود مولانا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وضو میں پاؤں دھونا بھی قرآن کا ایک حکم اور فرض ہے۔ اس کے بعد سنّت نے اس حکم میں مسح علی الخفّین (موزوں پر مسح کرنا) کی یہ تخصیص کر دی ہے کہ متخفّف متوضّی کے لیے وضو کرتے وقت پاؤں دھونا فرض نہیں ہے بلکہ وہ اگر اپنے موزوں پر مسح کر لے جب بھی اس کا وضو کامل ہو جاتا ہے اور اس سے قرآنی حکم کی خلاف ورزی نہیں ہوتی بلکہ اس کا صحیح منشا پورا ہو جاتا ہے [1]

اسی تخصیص کو متقدّمین فقہاء اصولیین نسخ کہہ دیتے تھے مثلاً ان کے نزدیک متخفّف (موزے پہنے ہوئے) شخص کے حق میں غسلِ رجل (پاؤں دھونے) کا حکم منسوخ ہے۔ اس سے ان کا یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ غسلِ رجل کی آیت یا اس کا قرآنی حکم ہی منسوخ ہو گیا ہے جس پر اب عمل کرنا واجب نہیں رہا۔

بالکل سیدھی سی بات ہے کہ سنّت نے غسلِ رجل کے قرآنی حکم کا عملی انطباق

---

[1] مولانا اصلاحی صاحب کے ہاں سنّت کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے حکمِ وضو والی آیت کی تفسیر لکھتے ہوئے مسح علی الخفّین کا تو ذکر نہیں کیا۔ البتہ اس امر پر ضرور بحث کی ہے کہ آیا ایک پہلے سے باوضو شخص کو تازہ وضو کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے (اور جس کا یہ حق اُسے از روئے قرآن حاصل ہے) کہ یہ حکم اس شخص پر واجب نہیں ہے جو مُتخفّف (موزے پہنے ہوئے) ہے باقی ہر قسم کے افراد پر اس حکم کا اطلاق ہوگا اسی طرح سنّت نے قرآن کا حکم یا اس کی آیت منسوخ نہیں کی۔ صرف مُتخفّف کی تخصیص کی ہے اور متاخرین فقہاء و اصولیین کا یہی مذہب ہے۔

بالکل اسی طرح زانی محصن کے لیے رجم کا معاملہ ہے اور سنّت کے ذریعے آیتِ جَلد کے حکم عام میں زانی محصن کی تخصیص ہوئی ہے آیتِ جَلد یا اس کا حکم منسوخ نہیں ہوا ہے لہ

پھر جس طرح مسح علی الخفین کی سنّت نے قرآن کے حکم کو منسوخ نہیں کیا اور نہ ہی اسے خلافِ قرآن سمجھا گیا ہے۔ بعینہٖ رجم کے حکم سنّت نے حکمِ قرآنی کو منسوخ نہیں کیا اور نہ ہی خلافِ قرآن سمجھنا چاہیے بلکہ سنّت کے یہ دونوں احکام منشائے

لہ جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت جَلد کے حکم کو شادی شدہ کے حق میں منسوخ لکھا ہے "ان الجلد منسوخ عن الزانیین الثیبین - (الرسالہ ص ۲۴۸) اور اسی چیز کو علامہ ابنِ رُشد نے ائمۂ مجتہدین اور جمہور علماء کا مسلک بیان کرتے ہوئے آیتِ جَلد میں سنّت کی تخصیص رجم کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ "فخصّصوا الکتاب بالسنۃ اعنی قولہ تعالیٰ وَالزَّانِيَةُ وَالزَّانِي الآیہ" یعنی انہوں نے سنّت کے ذریعے قرآن کی آیتِ جَلد کے حکم میں تخصیص مانی ہے" (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۴۲۶) اسی حقیقت کو خود مولانا اصلاحی صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے اسلامی شریعت میں نسخ کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے سلف کے ایک گروہ کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ؛

"اس کے نزدیک نسخ کا ایک خاص مفہوم ہے۔ یہ لوگ ان تمام مواقع میں بھی نسخ مان لیتے ہیں جہاں کوئی بات کسی عام کو خاص یا خاص کو عام کر رہی ہو یا کسی اجمال کو تفصیل کا رنگ دے رہی ہو" (تدبر قرآن جلد اوّل ص ۲۷۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنی کے عین مطابق ہیں۔

باقی رہی یہ بحث کہ کیا سنت کے ذریعے قرآن کے کسی حکم میں تخصیص یا تحدید ہو سکتی ہے تو اس بارے میں مشہور اصولی، امام خضریؒ جمہور علماءِ امت کا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

قال الجمهور: خبر الواحد يخصّ عام الكتاب كما يخصّه المتواتر۔

جمہور علماء کے نزدیک متواتر خبر کی طرح خبرِ واحد بھی قرآن کے کسی حکمِ عام میں تخصیص کر سکتی ہے۔

(اصول الفقہ ص ۲۳۴)

امام موصوف نے اس اصول کی دلیل یہ دی ہے جو واقعی قاطع دلیل ہے کہ:

رسول الله صلى الله عليه وسلم هو المبيّن لمراد الكتاب فاذا تحققنا انه قال مخصصاً لعام الكتاب او مقيداً لمطلقه كان ذلك دليلاً على ان المراد الكتاب ما وراء ما خصه الرسول صلى الله عليه وسلم وان مراده بالمطلق المقيد على لسان رسوله۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب (قرآن) کا مُدّعا و مفہوم سمجھانے والے مُبیّن ہیں، جب ہمیں قرآن کے کسی حکمِ عام میں سنت کے ذریعے کوئی تخصیص متحقق ہو جائے یا قرآن کے کسی مطلق حکم میں سنّت کے ذریعے کوئی تقیید ثابت ہو جائے۔ تو یہ امر اس بات کی دلیل ہوگا کہ قرآن کا مفہوم اس تخصیص کو ثابت ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور یہ کہ قرآن کے مطلق حکم کا مدعا در اصل ایک مقیّد حکم کا ہے جسے اللہ نے اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اصول الفقہ ص ۲۴۳) کی کی زبان (وحی ترجمان) سے واضح فرما دیا ہے۔

امام فخرالدین رازیؒ کہتے ہیں کہ:

تخصیص القرآن بخبر الواحد جائز۔ — خبرِ واحد سے قرآنی میں تخصیص جائز ہے۔

(تفسیر کبیر، زیرِ تفسیر سورۂ نور آیت ۲)

اس معاملے میں صرف فقہاءِ احناف کا مسلک دوسروں سے الگ ہے وہ صرف اخبارِ مشہورہ سے قرآنی حکمِ عام میں تخصیص کے قائل ہیں۔

امام ابن ہمامؒ نے اخبارِ مشہورہ کے بارے میں حنفیہ کا مذہب نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

فوجب تقييد مطلق الكتاب به، كتقييد اٰية جلد الزانى بكونه غير محصن برجم ماعز... واٰية غسل الرجل بعدم التخفف بحديث المسح ان لم يكن — اس (خبرِ مشہور) سے قرآن کے مطلق حکم کی تقیید کرنا واجب ہے جیسا کہ وہ آیت جس میں زانی کو کوڑے مارنے کی سزا مذکور ہوئی ہے، غیر شادی شدہ کے ساتھ مقید ہے کیونکہ ماعز کے رجم کی روایات موجود ہیں... اسی طرح وہ آیت جس میں وضو کا حکم ہے اس میں پاؤں دھونا مقید ہے اس شخص کے لیے جس نے موزے پہن رکھے ہوں کیونکہ موزے کے بارے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متواترًا۔ حدیث ہے کہ وہ موزوں پر مسح کرے اور یہ دونوں قسم کی روایات (مشہورہ ہیں) متواترہ نہیں ہیں۔

(کتاب التحریر مع شرح جلد ۳ ص ۳۸)

مگر حنفی علمائے اصول بھی ایک صورت میں خبر واحد سے قرآنی حکم کی تخصیص کو جائز مانتے ہیں وہ یہ کہ قرآن کے کسی حکمِ عام میں پہلے سے ایک تخصیص (خود قرآن یا اخبارِ متواترہ یا اخبارِ مشہورہ سے) ثابت ہو پھر اس کے بعد اس حکمِ قرآنی کے باقی افراد میں خبرِ واحد بلکہ قیاس سے بھی تخصیص ہو سکتی ہے حنفی اصولِ فقہ کی ایک متداول کتاب "اصول الشاشی" میں ہے کہ:

واما العام الذی خص عنه البعض فحكمه انه يجب العمل به فی الباقی مع الاحتمال، فاذا قام الدليل على تخصيص الباقی يجوز تخصيصه بخبر الواحد او القياس۔

اور "عام مخصوص البعض" کا حکم یہ ہے کہ اس کے باقی افراد پر احتمال کے ساتھ عمل واجب ہوتا ہے اور جب اس باقی میں بھی تخصیص کے لیے کوئی دلیل مل جائے تو پھر وہ تخصیص خبرِ واحد یا قیاس، دونوں سے جائز ہوتی ہے۔

(اصول الشاشی مع حاشیہ احسن الحواشی ص ۹، مطبوعہ دہلی)

ظاہر ہے کہ آیتِ جلد کا حکم بھی درحقیقت "عام مخصوص البعض" ہے۔ اس کے بظاہر عام حکم میں خود قرآن نے لونڈیوں (اور اس کے ساتھ غلاموں) کی تخصیص کر دی ہے کہ وہ اس حکم میں شامل نہیں جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

فَاِذَا اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ

پھر جب وہ (لونڈیاں) قیدِ نکاح میں آجائیں تو ان کے لیے اس سزا کا نصف ہے جو سزا محصنات کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنَ الْعَذَابِ۔ لیے مقرر ہے۔

(النساء ۲۵)

اسی طرح خود قرآن نے آیتِ جلد کے اس بظاہر عام حکم کو خاص افراد کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ اس کے بعد حنفیہ کے اصولِ فقہ کی رُو سے کسی خبرِ واحد بلکہ قیاس سے بھی مزید تخصیص ہو سکتی ہے۔ مگر حنفیہ مانتے ہیں کہ رجم کی روایات اخبارِ آحاد نہیں بلکہ اخبارِ مشہورہ ہیں۔ اس لیے وہ بدرجۂ اولیٰ ان روایات کے ذریعے شادی شدہ زانی کے لیے رجم کے قائل ہوئے ہیں۔

امام شافعیؒ کے نزدیک ہر سنّت (جس میں خبرِ واحد بھی شامل ہے) قرآن کے حکمِ عام میں تخصیص کر سکتی ہے اور سنّت کی ایسی تخصیص عین منشائے قرآنی ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب "الرسالہ" (جو فنِ اصول پر سب سے اوّلین کتاب ہے) میں ایک پورا باب یہ باندھا ہے:۔

ما نزل عاما دلت السنة خاصة على انه يراد به الخاص۔	یعنی قرآن کے وہ "حکمِ عام" جن کو سنّت نے "حکمِ خاص" قرار دیا اس لیے کہ وہ دراصل "خاص" ہی مراد ہیں۔

اور پھر اس عنوان کے تحت قرآنِ حکیم سے "حکمِ عام" کی چند مثالیں دی ہیں۔ جن میں سنّت نے تخصیص کی ہے۔ اسی بحث میں انہوں نے آیتِ جلد (سورۂ نور) کی مثال بھی اسی ضمن میں پیش کی ہے کہ اس کا حکم بھی صرف غیر شادی شدہ زانی کے ساتھ خاص ہے اور شادی شدہ زانی کے لیے سنّت نے رجم کی سزا مقرر کی ہے۔ ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:۔

وَقَالَ اللّٰهُ: اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا... الخ	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو کوڑے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقال فی الاماء: فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ.

(النساء ۲۵)

اور لونڈیوں کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے کہ، پھر جب وہ قیدِ نکاح میں آجائیں تو ان کے لیے اس سزا کا نصف ہے جو محصنات کے لیے مقرر ہے۔

(مارو... الخ (النور ۲)

فدلّ القرآن علی انّه انما اُرید بجلد المائة الاحرار دون الاماء. فلمّا رجم رسول الله الثيّب من الزناة ولم يجلده، دلّت سنة رسول الله على ان المراد بجلد المائة من الزناة: الحران البكران۔

(الرسالہ ص ۶۷)

اس طرح قرآن نے خود تصریح کردی کہ سو کوڑوں کی سزا لونڈیوں اور غلاموں کے لیے نہیں بلکہ آزاد زانیوں کے لیے معیّن ہے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ زانیوں کو رجم کی سزا دی اور کوڑوں کو سزا انہیں دی تو سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وضاحت کردی کہ سو کوڑوں کی سزا جن زانیوں کے لیے ہے وہ صرف غیر شادی شدہ آزاد ہی ہیں۔

حاصل یہ کہ اخبارِ مشہورہ اور متواترہ دونوں کے ذریعے قرآن کے کسی حکم عام میں تخصیص واقع ہونے پر احناف سمیت تمام علمائے اصول اور فقہاء متفق ہیں۔ رہا احناف کا خبرِ واحد سے قرآن کے حکمِ عام میں تخصیص کا نہ ماننا تو ایک خاص صورت (عام مخصوص البعض) میں وہ بھی اسے تسلیم کر لیتے ہیں کہ خبرِ واحد بلکہ قیاس سے بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخصیص ہو سکتی ہے[1]۔ مگر احناف نے روایاتِ رجم کو اخبارِ مشہورہ قرار دیا ہے اور ان سے آیتِ جلد کے حکم میں تخصیص مانی ہے۔

اس طرح سورۂ نور کی آیتِ جلد میں زانی محصن کے لیے حدِّ رجم کی تخصیص تمام اصولیین اور جملہ فقہاء کا متفقہ مذہب ہے جس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

باقی رہا مولانا اصلاحی صاحب کا اختیار کردہ یہ وضعی اصول کہ "قرآن کو قرآن کے سوا کوئی دوسری چیز منسوخ نہیں کر سکتی"۔ ایک بالکل غلط اصول ہے جس کی بنیاد کسی ٹھوس دلیل پر نہیں ہے۔ اس اصول کے حق میں قرآن مجید کی درجِ ذیل آیت بھی غلط طور پر پیش کر دی جاتی ہے کہ:

قُلْ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنْ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلْقَآئِ نَفْسِىٓ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ ۚ

کہو، میں ذاتی طور پر اس (قرآن) میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا، میں تو صرف اس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو میری جانب کی جاتی ہے۔

(یونس آیت ۱۵)

حالانکہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ رسول کا کام صرف وحی الٰہی کی پیروی کرنا ہے اپنی طرف سے وحی الٰہی تصنیف کرنا اس کا کام نہیں ہے۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ "قرآن کو قرآن کے سوا کوئی دوسری چیز منسوخ نہیں کر سکتی"۔ اگر سنت بھی وحی الٰہی ہے اور وہ یقیناً وحی الٰہی ہے، اگر سنت رسولؐ کی اپنی گھڑی ہوئی چیز نہیں ہے اور وہ یقیناً رسولؐ کی گھڑنت نہیں ہے بلکہ وہ منجانب اللہ وحی ہے۔ تو پھر

---

[1] آیتِ جلد کے حکم کو بعض فقہائے احناف نے عام مخصوص البعض بھی قرار دیا ہے کیونکہ خود قرآن نے اس میں لونڈیوں (اور ان کے ساتھ غلاموں) کی تخصیص پہلے ہی کر دی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک وحیٔ الٰہی سے دوسری وحیٔ الٰہی کے مُبدّل یا منسوخ ہو جانے میں آخر کیا اِشکال ہے؟ اگر قانون عطا کرنے والا خود قانون میں ردّ و بدل یا ترمیم و تنسیخ کر دے تو اس پر دوسرا کون ہے جو مُعترض ہو سکے؟ اور کسی قانون میں ترمیم و اصلاح کی ضرورت و حکمت کو قانون دینے والے سے زیادہ اور کون سمجھ سکتا ہے؟

خود مولانا اصلاحی صاحب کا ارشاد ہے کہ:

"احکام و قوانین میں اگر کوئی ترمیم و اصلاح خود قانون کا دینے والا کر دے تو اس سے قانون کے مقصد کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ اس سے اصل مقصد کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔" (تدبّر قرآن جلد اوّل ص ۲۷۱، ۲۷۲)

خود مولانا صاحب مانتے ہیں کہ "پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم عین اللہ تعالیٰ کی تعلیم ہے۔"

سورۂ بقرہ کی آیت ۲۳۹ کے الفاظ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۔ کی تفسیر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ:

"(اس) سے یہ بات بالکل واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم عین اللہ تعالیٰ کی تعلیم ہے۔ اس لیے کہ قرآن میں نماز کا حکم تو ہوا ہے لیکن اس کے ادا کرنے کا طریقہ کہیں نہیں بتایا گیا ہے، یہ چیز صرف پیغمبرؐ کی تعلیم سے اُمّت کو معلوم ہوئی ہے، لیکن اس کے باوجود فرمایا کہ "جیسا کہ اس نے تعلیم دی" اب سوال یہ ہے کہ اگر پیغمبرؐ کی تعلیم عین اللہ کی تعلیم نہیں ہے تو وہ کیا چیز ہے جس کو یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی تعلیم سے تعبیر فرمایا ہے۔" (تدبرِ قرآن جلد اوّل، ص ۵۱۰)

"اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم عین اللہ تعالیٰ کی تعلیم ہے" تو کیا اللہ تعالیٰ کی تعلیم یعنی وحیٔ متلو "عین اللہ" کی تعلیم" یعنی وحیٔ غیر متلو سے مُبدّل یا منسوخ نہیں ہو سکتی؟ باقی جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے خود رسولؐ کی زبانِ وحی ترجمان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر یہ الفاظ بھی طاری فرما دیے کہ:

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحیٰٓ اِلَیَّ۔ — میں تو صرف اسی وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر آتی ہے۔

(یونس ۱۵)

وحی خواہ متلو ہو (جیسا کہ قرآن) یا غیر متلو (جیسا کہ سنّت) حضورؐ دونوں کی اِتّباع پر مامور تھے اور ان میں اپنے جی سے کسی قسم کی کوئی تبدیلی کرنے کے مجاز نہ تھے اس آیت سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ سنّت قرآن کے کسی حکم کو منسوخ نہیں کر سکتی۔

بعض لوگ اس اصولِ وضعی کی تائید کے لیے یہ حدیث بھی سناتے ہیں کہ:

کلامی لا ینسخ کلام اللّٰہ، وکلام اللّٰہ ینسخ کلامی، وکلام اللّٰہ ینسخ بعضہ بعضًا۔ — "میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اور اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے اور اللہ کے کلام کا ایک حصّہ اس کے دوسرے حصّے کو منسوخ کرتا ہے۔

(جامع صغیر از امام سیوطیؒ)

اس حدیث کو محدثین نے موضوع قرار دیا ہے مشہور محدث امام ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" میں اس کے راوی جبرون بن واقد افریقی کو ساقط الاعتبار (متّہم روی تقلۃ حیاء) لکھا ہے اور کہا ہے کہ اس شخص نے کُل دو ہی روایتیں بیان کی ہیں اور دونوں موضوع ہیں۔ (وہما موضوعان)۔

(میزان الاعتدال، ج اوّل ص ۳۸۷، ۳۸۸)

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے بھی "لسان المیزان" میں یہی رائے ظاہر کی ہے۔
دورِ حاضر کے مشہور محقق اور محدّث شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موضوع قرار دیا ہے اور اسے ھذا حدیث موضوع لکھا ہے۔

(ملاحظہ ہو مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۹۵ بر حاشیہ تحقیق شیخ ناصر الدین البانی طبع دمشق ۱۹۸۰ء)

السراج المنیر، شرح جامع صغیر میں اس حدیث کو لکھنے کے بعد شیخ علی عزیزی لکھتے ہیں کہ والخبر المنکر کہ "اور یہ حدیث منکر ہے"۔ (السراج المنیر جلد ۳، ص ۱۰۶، طبع مصر)

جامع صغیر (علامہ سیوطیؒ) کی شرح حفنی میں اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ وھذا الحدیث موضوع "اور یہ حدیث موضوع ہے"۔

(شرح حفنی از شیخ الاسلام محمد بن سالم الحفنی، جلد ۳، ص ۱۰۶، طبع مصر)

ظاہر ہے کہ کسی ایسی موضوع اور منکر حدیث کی بنیاد پر اصولِ دین کی عمارت کھڑی نہیں کی جا سکتی۔

سنّت یا شریعتِ الٰہیہ کی یہ حیثیت ہرگز نہیں ہے کہ اُس کے بارے میں جب تک کسی کا دل مطمئن نہ ہو، وہ اسے ٹھکرا دے۔ کسی مسلمان کا یہ طرزِ عمل اسے ایمان ہی سے محروم کر کے گمراہی کے گڑھے میں پھینک دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

(النساء ۶۵)

ایسا نہیں، بلکہ اے محمدؐ! تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ مومن ہرگز نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ اپنے اختلافات میں تمہیں فیصلہ کرنے والا تسلیم نہ کر لیں پھر اس کے بعد جو کچھ آپ فیصلہ صادر کریں اس کے بارے میں بھی اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں، بلکہ سرِ تسلیم خم کر دیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز ارشادِ خداوندی ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝	کسی مومن مرد اور کسی مومنہ عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو اس کے بعد ان کیلیے اس معاملے میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے تو وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

(الاحزاب ۳۶)

۴۔ مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ حدِ رجم کے ثبوت کے لیے فقہاء نے صرف ایک آدھ روایت پر اعتماد کر کے زانی محصن کے لیے حدِ رجم واجب ٹھہرا دی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

ا۔ "فقہاء نے جس روایت کی بنا پر شادی شدہ کے حد زنا کی اس آیت کو منسوخ قرار دیا ہے وہ عبادہ بن صامت سے بایں الفاظ مروی ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خذوا عنی قد جعل اللہ لھن سبیلا البکر بالبکر جلد مائۃ وتغریب عام و الثیب بالثیب	عبادہ بن صامت راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس وقت جو کچھ بتا رہا ہوں اس کو میری طرف سے محفوظ کر لو۔ زانیہ عورت کے بارے اللہ نے جو حکم نازل کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ وہ نازل فرما دیا پس اگر مرتکب زنا دونوں کنوارے ہوں تو ان کے لیے سو کوڑوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجلد
و
الرجم[1]

اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہے اور اگر دونوں شادی شدہ ہوں تو کوڑے اور رجم کی سزا ہے۔"

(تدبر قرآن جلد چہارم ص ۵۰۱)

ب۔ عبادہ بن صامت کی یہی روایت ہے جس کے بل پر سورۂ نور کی آیت کو منسوخ ٹھہرایا گیا...." (حوالہ مذکورہ ص ۵۰۲)

جواب: مولانا صاحب کی خدمت میں ہم عرض کریں گے کہ حضورؐ! فقہاء کرام نے صرف مذکورہ بالا روایت ہی کی بنا پر نہیں بلکہ ان تین درجن سے زیادہ صحابۂ کرام کی پچاس سے متجاوز احادیثِ صحیحہ کی رُو سے زانی محصن کے لیے حدِ رجم کو واجب مانا ہے۔ آپ ایک آدھ ایسی روایت لے کر جس میں کسی دوسری تاویل کی گنجائش نکل سکتی ہے باقی تمام متعلقہ احادیث سے صرفِ نظر کرنے کا وہی حربہ استعمال کر رہے ہیں جو آپ سے پہلے دورِ جدید کے منکرینِ حدیث (بلکہ منکرینِ سنت) آزما چکے ہیں۔ اس طرح کا حیلۂ پرویزی دین سمجھنے کے لیے ہرگز مفید نہیں ہو سکتا البتہ دین کا نیا ایڈیشن تیار کرنے کے لیے بڑا کارگر ہے۔

پھر یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ فقہاء کرام نے "اس روایتِ مذکورہ کے بل پر سورہ نور کی آیت کو منسوخ ٹھہرایا ہے" یہ تو سراسر اُن پر ایک اتہام ہے حقیقت میں انہوں نے قرآن کے ایک بظاہر حکمِ عام میں سنت کے ذریعے صرف تخصیص مانی ہے سورۂ نور کی آیت یا اس کے حکم کو قطعی طور پر

---

[1] اصل روایت حدیث میں "خذوا عنی، خذوا عنی" کے الفاظ آئے ہیں مگر مولانا صاحب نے ایک بار "خذوا عنی" لکھا ہے نیز اس کا ترجمہ "میں اسوقت جو کچھ بتا رہا ہوں اس کو میری طرف سے محفوظ کرو" قابلِ داد ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منسوخ تسلیم نہیں کیا۔

ہم نے باب ۴ میں چند ایسی احادیث نقل کر دی ہیں جن کے مطالعہ سے ایک عام آدمی بھی یہ نتیجہ بخوبی اخذ کر سکتا ہے کہ سنّت کی رو سے شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا مقرر ہے۔ فقہاءِ کرام نے رجم کے حدِ شرعی ہونے کی بات کہہ کر "لوگوں کے دلوں میں دین کے متعلق کوئی بدگمانی" پیدا نہیں کی، خود اصلاحی صاحب نے فقہا اسلام کے بارے میں اپنی تفسیر میں جو کچھ لکھ دیا ہے اس سے ان محترم ہستیوں کا استخفاف ضرور ہوتا ہے اور ان کے بارے میں بدگمانی ضرور پیدا ہوتی ہے۔

۵۔ مولانا صاحب کی رائے میں رجم کی سزا باغیوں، غنڈوں، بدمعاشوں اور "لاء اور آرڈر" کا مسئلہ پیدا کرنے والے مجرموں کے لیے ہے اور اس رائے کا ماخذ سورہ مائدہ کی آیت ۳۳ کے الفاظ "اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا" ہیں پھر ان کا یہ خیال بھی ہے کہ رجم کی سزا عام قسم کا کیس نہیں بلکہ "نکال" کا معاملہ ہے۔ آیتِ حرابہ (مائدہ ۳۳) کی تفسیر میں مولانا صاحب لکھتے ہیں:

"یہاں بیرونی دشمنوں کے بجائے اسلامی حکومت کے اندرونی دشمنوں کی سرکوبی کے لیے تعزیرات کا ضابطہ بیان ہو رہا ہے جو اسلامی حکومت کی رعایا رہتے ہوئے، عام اس سے کہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، اس کے قانون اور نظم کو چیلنج کریں۔ قانون کی خلاف ورزی کی ایک شکل تو یہ ہے کہ کسی شخص سے کوئی جرم ثابت ہو جائے۔ اس صورت میں اس کے ساتھ شریعت کے عام حدود و تعزیرات کے تحت کاروائی کی جائے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرے، اپنے شر و فساد سے علاقے کے امن و نظم کو درہم برہم کر دے، لوگ اس کے ہاتھوں ہر وقت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی جان، مال، عزت، آبرو کی طرف سے خطرے میں مبتلا رہیں۔ قتل، ڈکیتی، رہزنی، آتش زنی، اغوا، زنا، تخریب، تہریب اور اس نوع کے سنگین جرائم حکومت کے لیے لاء اور آرڈر کا مسئلہ کر دیں۔ ایسے حالات سے نمٹنے کے لیے عام ضابطۂ حدود و تعزیر کے بجائے اسلامی حکومت مندرجہ ذیل اقدامات کرنے کی مجاز ہے۔

"اَنْ یُّقَتَّلُوْا" یہ کہ فساد فی الارض کے یہ مجرمین قتل کر دیئے جائیں۔ یہاں لفظ قتل کے بجائے "تقتیل" باب تفعیل سے استعمال ہوا ہے۔ باب تفعیل معنی کی شدت اور کثرت پر دلیل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے تقتیل، شر تقتیل کے معنی پر دلیل ہوگا اس سے اشارہ نکلتا ہے کہ ان کو عبرت انگیز اور سبق آموز طریقہ پر قتل کیا جائے جس سے دوسروں کو سبق ملے۔ صرف وہ طریقۂ قتل اس سے مستثنیٰ ہو گا جو شریعت میں ممنوع ہے۔ مثلاً آگ میں جلانا، اسکے ماسوا دوسرے طریقے جو گنڈوں اور بدمعاشوں کو عبرت دلانے، ان کو دہشت زدہ کرنے اور لوگوں کے اندر قانون و نظم کا احترام پیدا کرنے کے لیے ضروری سمجھے جائیں، حکومت ان سب کو اختیار کر سکتی ہے۔ رجم یعنی سنگسار کرنا بھی ہمارے نزدیک "تقتیل" کے تحت داخل ہے۔ اس وجہ سے وہ گنڈے اور بدمعاش جو شریفوں کے عزت و ناموس کے لیے خطرہ بن جائیں، جو اغوا اور زنا کو پیشہ بنالیں، جو دن دہاڑے لوگوں کی عزت و آبرو پر ڈاکے ڈالیں، اور کھلم کھلا زنا بالجبر کے مرتکب ہوں ان کے لیے رجم کی سزا اس لفظ کے مفہوم میں داخل ہے۔"

(تدبر قرآن جلد دوم ص ۲۷۷، ۲۷۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد مولانا صاحب نے اپنے اس نرالے استنباط کا خلاصہ سورۂ نور کی آیتِ جلد کی تفسیر میں یوں پیش کر دیا ہے :۔

"جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن میں رجم کی سزا کا کوئی ذکر نہیں ہے، ان کا خیال بالکل غلط ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ سزا ہر قسم کے زانیوں کے لیے نہیں ہے بلکہ صرف ان زانیوں کے لیے ہے جو معاشرے کے عزّت و ناموس کے لیے خطرہ بن جائیں۔ عام سزا زنا کی وہی ہے جو سورۂ نور کی زیرِ بحث آیت (۲) میں مذکور ہے، قطع نظر اس سے کہ مرتکبِ جرم شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ، البتہ اگر کوئی شخص اس سزا سے قابو میں نہیں آ رہا ہے یا ایک آفت کی شکل اختیار کر چکا ہے تو حکومت اس کو بطورِ نکال رجم بھی کرا سکتی ہے۔ یہ چیز قرآن سے ثابت ہے۔"

(تدبرِ قرآن جلد چہارم ص ۵۰۵)

پھر کھل کر فرما دیا ہے کہ :

"یہ تو میں نے جو کچھ لکھا ہے محض فقہاء کی پیدا کردہ ایک الجھن کو دور کرنے کے لیے لکھا ہے کہ وہ ماعز کے واقعۂ رجم کو ایک عام قسم کا کیس سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ نکال کا معاملہ ہے جس کا حکم سورۂ مائدہ کی مذکورہ بالا آیت (۳۳) میں بیان ہوا ہے۔ اس کا کوئی اثر سورہ نور کی زیرِ بحث آیت (۲) پر نہیں پڑتا۔"

(تدبرِ قرآن جلد چہارم ص ۵۰۶)

جواب : سب سے پہلے تو ہم مولانا صاحب کو ان کے اس نرالے اجتہاد پر بہرحال مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے۔ ع

کافر نتوانی شُد ناچار مسلماں شو

کے مصداق مطلق سزائے رجم کو تو مان لیا ہے بلکہ اسے قرآن سے بھی برآمد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دکھایا ہے مگر ان کے اس فتویٰ میں جہاں "منافع للناس" پائے جاتے ہیں وہاں اس میں ایک "اثم کبیر" بھی موجود ہے جو اس کے نفع سے بہر حال "اکبر" ہے۔ وہ اثم یہ ہے کہ اس اجتہاد کے عوض میں انہوں نے زانی محصن کے لیے حدِ رجم کے وجوب سے انکار کر دیا ہے۔ اس طرح انہوں نے نہ صرف اپنے اجتہاد کی گراں قیمت بھی وصول کر لی ہے بلکہ اِشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدٰى کا منظر بھی پیش کر دیا ہے۔

مولانا صاحب نے عام مجرموں اور نکال کی قسم کے مجرموں کی جو دو تقسیمیں بیان فرمائی ہیں وہ ہمارے نزدیک خود قرآنِ حکیم کے نظائر و شواہد بلکہ نصوص کے خلاف ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ نکال کا لفظ مولانا صاحب نے قرآن ہی سے لیا ہے۔ اور اسی لفظ کے سہارے انہوں نے شرعی سزاؤں کی دو قسمیں کر ڈالی ہیں۔

مگر جہاں تک قرآن حکیم کا تعلق ہے اسلامی حدود و تعزیرات کے سلسلے میں نکال کا لفظ صرف ایک مقام ہی پر آیا ہے اور وہ یہ ہے:۔

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ۔	چور مرد اور چور عورت، دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو، یہ ان کے کیے کی سزا بھی ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت انگیزی بھی ہے۔

(المائدہ ۳۸)

اس آیت میں حدِ سرقہ بیان ہوئی ہے جو قطع ید (ہاتھ کاٹنا) ہے قطع ید کی سزا کو قرآن نے مجرم کے جرم کی جزا (سزا) کے ساتھ ساتھ نکال (عبرت) بھی کہا ہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ چوری پر قطع ید کی سزا شریعت کے عام حدود میں سے ایک حد ہے گویا قرآن کی نص کی رُو سے چوری کی سزا نکال بھی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود مولانا صاحب نے اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ۔ میں قطعِ ید کے دو سبب بیان ہوئے ہیں ایک یہ کہ مجرم کے جرم کی سزا ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ "نکال" ہے۔ نکال کے معنی کسی کو ایسی سزا دینے کے ہیں جس سے دوسرے عبرت پکڑیں۔ ان دونوں کے درمیان صرف عطف کا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دونوں باتیں بیک وقت مطلوب ہیں۔ یعنی یہ پاداشِ عمل بھی ہے اور دوسروں کے لیے سامانِ عبرت بھی۔"

(تدبر قرآن جلد دوم ص ۲۸۴، ۲۸۵)

مولانا صاحب کے اس بیان سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک چوری کی سزا چور کے فعل کی جزا کے ساتھ ساتھ نکال بھی ہے۔ مگر اوپر کے اقتباس میں انہوں نے عام چوری کی سزا کو نکال کی قسم سے الگ ایک جرم قرار دیا ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

"قانون کی خلاف ورزی کی ایک شکل تو یہ ہے کہ کسی شخص سے کوئی جرم ثابت ہو جائے اس صورت میں اس کے ساتھ شریعت کے عام حدود و تعزیرات کے تحت کارروائی کی جائے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ قانون کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کرے۔"

(تدبر قرآن جلد چہارم ص ۵۰۵)

پھر دوسری صورت کی ایک مثال یہ فرمائی ہے:

"عام سزا زنا کی وہی ہے جو سورہ نور کی زیر بحث آیت (۲) میں مذکور ہے قطع نظر اس سے کہ مرتکب جرم شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ۔ البتہ اگر کوئی شخص اس سزا سے قابو میں نہیں آ رہا ہے یا ایک آفت کی شکل اختیار کر چکا ہے تو حکومت اس کو بطورِ نکال رجم بھی کرا سکتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے یہ چیز قرآن سے ثابت ہے:

(تدبر قرآن جلد چہارم ص ۵۰۵)

پھر اسی دوسری صورت کی ایک نظیر یہ بیان کی ہے:

"یہ تو میں نے جو کچھ لکھا ہے محض فقہاء کی پیدا کردہ ایک اُلجھن کو دُور کرنے کے لیے لکھا ہے کہ وہ ماعز کے واقعۂ رجم کو ایک عام قسم کا کیس سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ نکال کا معاملہ ہے۔ جس کا حکم سورہ مائدہ کی مذکورہ بالا آیت (۳۳) میں بیان ہوا ہے اس کا کوئی اثر سورہ نور کی زیر بحث آیت (۲) پر نہیں پڑتا۔"

(تدبر قرآن جلد چہارم ص ۵۰۶)

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ مولانا صاحب کی رائے میں چوری اور زنا کی عام سزائیں نکال کی قسم میں داخل نہیں ہیں بلکہ عام حدود و تعزیرات کی قسم میں شامل ہیں۔

اس طرح مولانا صاحب چوری کی سزا کو ایک ہی وقت میں نکال کا معاملہ بھی قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف اِسے نکال کی قسم سے خارج بھی بتاتے ہیں۔

ع جنابِ شیخ کا نقشِ قدم یُوں بھی ہے اور یُوں بھی

کیا یہ ایک کھُلا فکری تضاد نہیں ہے؟

دوسری طرف قابلِ غور بات یہ ہے کہ مولانا صاحب نے رجم کی سزا کا ماخذ سورہ مائدہ کی جس آیت (۳۳) کو قرار دیا ہے اس میں نکال کا لفظ سرے سے موجود ہی نہیں ہے جس کی بنیاد پر مولانا صاحب نے اپنے اجتہاد کا تاج محل کھڑا کیا ہے اصل آیت یہ ہے۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے میں سرگرم عمل ہیں ان کی جزا یعنی سزا تو یہ ہے کہ وہ چُن چُن کر قتل کر دیئے جائیں یا سُولیوں پر لٹکا دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں اُلٹی ترتیب سے کاٹ ڈالے جائیں یا ان کو ملک بدر کر دیا جائے۔ یہ تو اس دنیا میں ان کی ذلت ہے اور آخرت میں بھی ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

(المائدہ ۳۳)

اب کیا یہ قلتِ تدبر کا نتیجہ نہیں کہ جس سزا کو قرآن نے نکال کہا ہے اُسے تو مولانا صاحب نے قسمِ نکال سے نکال دیا ہے اور جس سزا کو قرآن نے نکال سے تعبیر ہی نہیں کیا اسے مولانا صاحب نکال کی قسم قرار دیتے ہیں؟ مگر وہ فرما سکتے ہیں کہ ع

بہت مجبور ہو کر ہم نے آئینِ وفا بدلا

توبہ و اصلاح سے معافی

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ مولانا صاحب نے اللہ اور رسولؐ سے محاربہ اور فساد فی الارض کے ساتھ ساتھ جن دوسرے جرائم (مثلاً بغاوت، نقضِ امن، غنڈہ گردی، بدمعاشی، اغوا اور زنا بالجبر وغیرہ) کی سزا رجم بتائی ہے وہ جرائم ایسے ہیں جن کے مرتکبین اگر گرفتاری سے قبل توبہ و اصلاح کر لیں تو پھر ان کو رجم بلکہ کسی قسم کی کوئی سزا نہیں دی جا سکتی۔ یہ بات خود قرآن مجید سے ثابت ہے اسی آیتِ حرابہ (مائدہ ۳۳) کے فوراً بعد قرآن کا ارشاد ہے:۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (المائدہ ۳۴)	مگر جو لوگ اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو کر لیں تو تم جان لو کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

مولانا صاحب نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی بات کہی ہے کہ :-

"یعنی یہ خاص اختیارات صرف ان باغیوں کے خلاف استعمال کئے جائیں گے جو حکومت کے حالات پر قابو پانے سے پہلے تک اپنی بغاوت پر اڑے رہے ہوں، اور حکومت نے اپنی طاقت سے ان کو مغلوب و مقہور کیا ہو۔ جو لوگ حکومت کے ایکشن سے پہلے ہی توبہ کر کے اپنے رویہ کی اصلاح کر چکے ہوں ان کے خلاف ان کے سابق رویہ کی بنا پر اس قسم کا کوئی اقدام جائز نہیں ہوگا بلکہ اب ان کے ساتھ عام قانون کے تحت معاملہ ہوگا۔ اگر ان کے ہاتھوں عام شہریوں کے حقوق تلف ہوئے ہیں تو حتی الامکان ان کی تلافی کرا دی جائے گی۔ آیت میں فَاعْلَمُوْٓا کے لفظ کے زور کو اگر ذہن میں رکھیے تو یہ بات صاف نکلتی ہے کہ قابو میں آنے سے پہلے ہی توبہ و اصلاح کر لینے والوں کے معاملے میں حکومت کے لیے کوئی انتقامی کارروائی جائز نہیں ہے۔ خدا غفور اور رحیم ہے۔ جب وہ پکڑ سے پہلے توبہ و اصلاح کر لینے والوں کو معاف کر دیتا ہے تو اس کے بندوں کا رویہ اس سے الگ کیوں ہو؟" (تدبر قرآن جلد دوم ص ۲۸۰)

اس طرح مولانا صاحب کے نزدیک جرم زنا کے بیچارے عام مرتکبین کو تو بہر صورت سو کوڑوں کی مار کھانی پڑیگی۔ کیونکہ یہ زنا کی عام سزا ہے مگر زنا بالجبر کے مجرمین مولانا صاحب کے اجتہاد کی برکت بلکہ کرامت سے ہر قسم کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سزا سے بچ سکتے ہیں بشرطیکہ وہ گرفتاری سے قبل توبہ و اصلاح کر لیں۔ شاید ایسی ہی کوئی صورت حال تھی جس نے اقبالؒ مرحوم کو یہ کہنے پر مجبور کیا تھا کہ :

؎ خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس قدر فقیہانِ حرم بے توفیق

البتہ اس سلسلے میں ایک بات مولانا صاحب کے حق میں جاتی ہے وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تو اپنی "صحیح" میں رجم کی تمام احادیث و روایات کو "کتاب المحاربین" کے تحت درج کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رجم کی سزا کا تعلق سورۂ نور کی آیتِ جلد سے نہیں بلکہ سورہ مائدہ کی آیتِ حرابہ سے ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ عرض کریں گے کہ اوّل تو "صحیح بخاری" کی اس کتاب کا نام صرف "کتاب المحاربین" نہیں ہے بلکہ "کتاب المحاربین من اہل الکفر والردۃ" ہے جس کا مطلب ہے "ان محاربین کی کتاب جو کافر اور مرتد تھے"۔ اس سے "مسلمان محاربین" کے حق میں استدلال کیسے کیا جا سکتا ہے؟ دوسرے اسی کتاب میں "باب رجم المحصن" (شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کے بارے میں باب) اور "باب البکران یجلدان وینفیان" (کنوارے زانیوں کو کوڑے لگائے جائیں گے اور ان کو جلاوطن کیا جائے گا) "باب اذا زنت الامۃ" (جب لونڈی زنا کی مرتکب ہو تو اس کے بارے میں باب) اور "باب رمی المحصنات" (قذف یعنی پاکدامن عورتوں پر تہمتِ زنا لگانے کی سزا کا باب) کے ابواب بھی موجود ہیں۔ کیا مولانا صاحب ان تمام ابواب میں مذکورہ حدود و تعزیرات کا تعلق بھی آیتِ حرابہ اور نکال سے ماننے کے لیے تیار ہیں؟

۶۔ مولانا اصلاحی صاحب کی رائے کے مطابق عہدِ نبوی میں جن لوگوں کو رجم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی سزا دی گئی وہ سب کے سب غنڈے اور بدمعاش لوگ تھے جن کو آیتِ حرابہ (مائدہ کی آیت ۳۳) کے تحت بطورِ نکال رجم کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے سب سے پہلے حضرت ماعز کو "نہایت بدخصلت غنڈا" قرار دیا ہے اور پھر دوسرے مرجومین کو بھی اسی صفت سے متصف کیا ہے۔ اس ضمن میں مولانا صاحب کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے:۔

ا۔ ماعز ایک نہایت بدخصلت غنڈہ تھا۔

ب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو خود ہی بُلوا کر پوچھ گچھ کی تھی۔

ج۔ ماعز کی شرارت یہ تھی کہ وہ عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کیا کرتا تھا۔

د۔ بالآخر وہ قانون کی گرفت میں آگیا اور اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ گیا۔

ہ۔ ماعز کے واقعۂ رجم کے علاوہ کسی اور واقعۂ رجم کی تفصیل احادیث میں نہیں ملتی۔

و۔ عہدِ نبوی میں ماعز کے ساتھ ساتھ جن دوسرے لوگوں کو رجم کی سزا دی گئی وہ سب کے سب غنڈے تھے اگرچہ ان کے مقدمات کی صحیح نوعیت معلوم نہیں۔

ز۔ اسلامی حکومت قائم ہو جانے کے بعد بھی بعض پیشہ ور زانی مرد اور زانیہ عورتیں موجود تھیں جو باوجود تنبیہ کے باز نہیں آئے۔ اس لیے حضورؐ نے ان سب کو رجم کی سزا دی۔ (ملاحظہ ہو تدبرِ قرآن جلد چہارم ص ۵۰۵ تا ۵۰۶)

اب ہم ان تمام امور پر شرح وار گفتگو کرتے ہیں۔

ا۔ حدیث کے پورے ذخیرہ میں کوئی ایک بھی روایت ایسی نہیں ملتی جس سے صریح طور پر حضرت ماعز کا "نہایت بدخصلت غنڈہ" ہونا ثابت ہوتا ہو۔ اگر مولانا اصلاحی صاحب کے علم میں ایسی کوئی روایت آئی ہو جس میں صاف طور پر حضرت ماعز کو غنڈہ کہا گیا ہو تو مولانا صاحب اس "انکشافِ علمی"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دو سروں، کو بھی آگاہ فرمائیں ورنہ قیامت کے روز حضرت ماعز کا ہاتھ ہوگا اور مولانا اصلاحی صاحب کا گریبان! اگر قاضیٔ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز کو غنڈہ نہیں کہا تو اصلاحی صاحب کو یہ حق کس شیطانؒ نے دیا ہے کہ وہ حضرت ماعز کو غنڈہ کہیں؟ حضرت ماعز کے واقعۂ رجم کے بارے میں جو روایات کتب حدیث میں ملتی ہیں ان کی رُو سے اس شخص کا تعلق قبیلۂ اسلم سے تھا۔ وہ بچپن میں یتیم ہو گیا تو حضرت ہزالؓ نے اس کی پرورش کی۔ انہی کے ہاں وہ ایک لونڈی سے زنا کا مرتکب ہوا۔ حضرت ہزالؓ نے مشورہ دیا کہ جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گناہ سے آگاہ کر دے شاید وہ تیرے لیے بخشش کی راہ نکالیں وہ مسجد نبوی میں گیا اور وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا یَا رَسُولَ اللّٰہِ طَہِّرْنِی! (اے اللہ کے رسولؐ! مجھے پاک کر دیجیے) میں نے زنا کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا، ویحك ارجع فاستغفر اللہ وتب الیہ (واپس چلا جا اور اللہ سے توبہ واستغفار کر) مگر اس نے وہی بات دوبارہ کہی، آپ نے پھر اعراض کیا۔ اس نے وہی بات تیسری مرتبہ کہی، آپ نے پھر اعراض کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کو تنبیہ کی کہ اگر تو نے چوتھی بار بھی اقرار کر لیا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے رجم کرا دیں گے۔ مگر وہ شخص نہ مانا اور اس نے چوتھی مرتبہ اپنی بات دہرائی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متوجہ ہو کر پوچھا ''شاید تو نے بوس وکنار کیا ہو یا چھیڑ چھاڑ کی یا بُری نگاہ سے دیکھا ہو؟ اس نے کہا ''نہیں'' آپؐ نے پوچھا ''کیا تو اس سے ہم بستر ہوا؟ اس نے کہا۔ ''ہاں'' پھر آپؐ نے پوچھا کیا تو نے اس سے صحبت کی؟ اس نے کہا ''ہاں'' پھر آپ نے پوچھا ''کیا تو نے مجامعت کی؟ اس نے جواب دیا ''ہاں'' پھر آپؐ نے صریح طور پر پوچھا کہ، حتی غاب ذٰلك منك فی ذٰلك منہا [1]

---

[1] کیا یہاں تک کہ تیری وہ چیز اس کی اس چیز میں غائب ہو گئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے کہا "ہاں"۔ پھر آپؐ نے پوچھا۔ کما یغیب المیل فی المکحلۃ والرشاء فی البئر[1] اس نے کہا "ہاں"۔ پھر پوچھا "کیا تو جانتا ہے کہ زنا کیا ہوتا ہے؟ اس نے کہا "جی ہاں" میں نے اس کے ساتھ حرام طریقے سے وہ کام کیا جو ایک شوہر حلال طریقے سے اپنی بیوی کیساتھ کرتا ہے آپؐ نے پوچھا کیا تو پاگل ہے؟ اس نے کہا "نہیں" پھر پوچھا کیا تو شادی شدہ ہے؟ اس نے کہا "جی ہاں"۔ آپؐ نے پوچھا "تو نے شراب تو نہیں پی ہے؟" اس نے کہا "نہیں"۔ ایک آدمی نے اس کا منہ سونگھا اور اس کے شراب نہ پینے کی تصدیق کر دی۔ پھر آپؐ نے اس کے قبیلے کے لوگوں سے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے گواہی دی کہ یہ کوئی برا آدمی نہیں تھا۔ بس یہ کہ ایک گناہ کر بیٹھا ہے۔ پھر آپؐ نے حضرت ہزالؓ سے فرمایا "کاش تو نے اسکی پردہ پوشی کی ہوتی تو یہ تمہارے لیے بہتر تھا"۔

اس کے بعد آپؐ نے ماعز کو رجم کئے جانے کا حکم دیا اور لوگ اسے شہر کے باہر لے جا کر سنگسار کرنے لگے تو ماعز بھاگ نکلا اور اس نے کہا "لوگو! مجھے رسول اللہ کے پاس لے چلو، میرے قبیلے کے لوگوں نے مجھے مروا ڈالا۔ انہوں نے مجھے دھوکا دیا کہ رسول اللہؐ مجھے قتل نہیں کرائیں گے"۔ مگر لوگوں نے اسے پھر جا لیا اور سنگسار کر دیا۔

صحیح مسلم میں حضرت بریدہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

استغفروا لماعز بن مالك - لقد تاب -	ماعز بن مالک کے لیے مغفرت کی دعا کرو، اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر

---

[1] کیا اس طرح غائب ہو گئی جس طرح سرمہ دانی میں سلائی اور کنوئیں میں رسی؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لو قسمت بین امة — تمام امت پر تقسیم کر دی جائے تو
لوسعتهم۔ — سب کے لیے کافی ہو۔

روایات کی اس تفصیل سے حضرت ماعز کا پورا کردار سامنے آجاتا ہے۔ ان کے مقدمے کی پوری روئداد ہمارے سامنے ہے۔ کیا اس میں کہیں بھی اس بات کا شائبہ تک پایا جاتا ہے کہ یہ شخص "نہایت بدخصلت غنڈہ" تھا؟ اور کیا اسے جو سزا دی گئی تو یہ اس کے "شادی شدہ زانی" ہونے کی سزا ہے یا اس کی "غنڈہ گردی" کی؟ اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کو سزا سے بچانے کے لیے کوئی نہ کوئی موقع اور شبہ تلاش کرنے کی فکر میں تھے یا اس شخص کے خلاف "اقدام کرنے" اور اسے عبرت ناک سزا دینے کے درپے رہے؟ جبکہ اسلام کا حکم یہ ہے کہ:

ادرؤوا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله، فان الامام ان یخطیٔ فی العفو خیر من ان یخطیٔ فی العقوبة۔ — جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں سے سزاؤں کو دور رکھو۔ اگر کسی ملزم کے لیے سزا سے بچنے کی کوئی صورت ہو تو اسے چھوڑ دو۔ اس لیے کہ امام کا معاف کر دینے میں غلطی کر جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کر جائے۔

(ترمذی عن عائشہ)

نیز:

ادفعوا الحدود ما وجدتم لها مدفعا۔ — سزاؤں کو دفع کرو جہاں تک ان کو دفع کرنے کی گنجائش ہو۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ب۔ ایسی کوئی حدیث موجود نہیں جس میں یہ ذکر ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو خود بُلوایا تھا۔ اس کے برعکس ایسی بہت سی حدیثیں موجود ہیں جن میں یہ صراحت موجود ہے کہ ماعز خود ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تھا۔

ج۔ ایسی کوئی روایت کسی کتابِ حدیث میں موجود نہیں جس میں حضرت ماعز کا نام لے کر یہ کہا گیا ہو کہ یہ خاص شخص عورتوں سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ کیا کرتا تھا۔ مولانا اصلاحی صاحب کی طرف سے یہ ایک بڑا اتّہام ہے جو ایک صحابی پر لگایا گیا ہے۔

د۔ مولانا صاحب کے کمانِ حق کی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے ماعز کے بارے میں تمام روایات کا خلاصہ تو لکھ دیا ہے مگر کہیں پر یہ ذکر نہیں کیا کہ ماعز کا وہ اصل جرم ان روایات کے مطابق کیا تھا جس کی بنا پر اسے رجم کیا تھا؟ صرف "بالآخر یہ قانون کی گرفت میں آ گیا" کے مُبہم الفاظ لکھے ہیں۔ جس سے نہ جُرم کا پتہ چلتا ہے نہ قانون کا۔ البتہ اتنا ضرور کہا ہے کہ ماعز ایک "نہایت بدعملت غنڈہ" تھا اور مولانا صاحب کے نزدیک اس کی ساری "غنڈہ گردی" صرف "عورتوں سے چھیڑ چھاڑ" تک محدود تھی اور اسے اسی "شرارت" کی وجہ سے سنگسار کیا گیا تھا اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اسلامی قانون میں غیر محرم عورتوں سے چھیڑ چھاڑ اور شرارت کی سزا سنگسار کرنا ہے۔ ع

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

د۔ واقعۂ ماعز کے علاوہ اور بھی رجم کے واقعات کتبِ احادیث میں موجود ہیں اور بڑی تفصیل سے موجود ہیں۔ اگر مولانا صاحب کو یہ واقعات اور ان کی تفصیلات نہیں ملتیں تو یہ ان کی اپنی لاپروائی ہے جو انہوں نے احادیث

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باب میں سوار کھی ہے۔ مولانا صاحب سے گذارش ہے کہ وہ اور نہیں تو صرف صحیح مسلم ہی اٹھا کر دیکھ لیں اور اس کی کتاب الحدود میں رجم کے وہ تفصیلی واقعات پڑھ لیں جو عہدِ نبوی میں پیش آئے تھے ان کو خوب اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ عہدِ نبوی کے تمام مقدمات رجم میں سزائے رجم کے لیے اصل مناطِ حکم اور علتِ حکم کیا ہے؟ — مجرموں کی "غنڈہ گردی" یا مجرموں کا "زنا بعدِ احصان"؟ یہاں ہم طوالت سے بچتے ہوئے صرف ایک دو واقعات صحیح مسلم سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی هريرة وزيد بن خالد الجُهَنِيّ انّهما قالا ان رجلا من الاعراب اتى رسول الله فقال انشدك الله الّا قضيت لى بكتاب الله، فقال الخصم الآخر وهو افقه منه، نعم، فاقض بيننا بكتاب الله وائذن لى فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: قل! قال	حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت زید بن خالد جُہنیؓ دونوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور آکر کہنے لگا: اے اللہ کے رسولؐ! میں آپ کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپؐ خدا کی کتاب کے مطابق میرا فیصلہ فرمادیں۔ اور دوسرا شخص جو پہلے سے زیادہ سمجھدار تھا کہنے لگا، "مجھے اجازت دیجیے کہ میں واقعہ بیان کروں" آپؐ نے فرمایا "بیان کر" وہ بولا "میرا لڑکا اس شخص کے ہاں مزدور تھا اور وہ اس کی بیوی سے زنا کا مرتکب ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ میرے لڑکے پر رجم کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان ابنی کان عسیفا علی هذا فزنی بامرأته وانی اخبرت ان علی ابنی الرجم فافتديت منه بمائة شاة ووليدة فسألت اهل العلم فاخبروني انما على ابني جلد مائة وتغريب عام وان على امرأة هذا الرجم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: والذي نفسي بيده، لأقضين بينكما بكتاب الله، الوليدة والغنم ردٌّ وعلى ابنك جلد مائة وتغريب عام واغدُ يا أُنيس الى امرأة هذا. فان اعترفت فارجمها، قال فغدا

سزاوار جب ہے تو میں نے اس کے فدیے کے طور پر اس آدمی کو ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی دی ہے۔ پھر جب میں نے اہلِ علم لوگوں سے مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ میرے لڑکے پر سو کوڑوں کی سزا واجب ہے اور اس کے ساتھ ایک سال کی جلاوطنی اور عورت پر رجم کی سزا واجب ہے۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتابِ الٰہی کے درمیان فیصلہ کروں گا لونڈی اور بکریاں واپس کر دی جاتی ہیں تمہارے لڑکے پر سو کوڑوں کی سزا واجب ہے اور ایک سال کی جلاوطنی اور اے اُنیس (ایک انصاری صحابی کا نام ہے) اس عورت کے ساتھ جاؤ۔ اگر یہ اعترافِ جرم کرے تو اسے رجم کر دینا۔ پھر جب وہ صحابی اُس عورت کے ساتھ گئے تو اس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیها فاعترفت فامر بها رسول	پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرجمت۔	سے اُسے رجم کر دیا گیا۔
(صحیح مسلم، کتاب الحدود)	

کیا اس واقعۂ رجم سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ اس عورت کے رجم کی علت یا مناطِ حکم اُس کا ارتکابِ زنا بعدِ احصان ہے؟ اس واقعہ سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ کوئی "غنڈی اور بدمعاش" عورت تھی جس کی وجہ سے اسے رجم کیا گیا۔ اسی طرح دوسری کتبِ حدیث کی طرح صحیح مسلم میں بھی غامدیہ عورت کے رجم کا واقعہ پوری تفصیل سے یوں بیان ہوا ہے:

... جاءت الغامدیہ	غامدیہ عورت آئی اور اس نے آکر کہا
فقالت یا رسول اللہ	"اے اللہ کے رسولؐ! میں زنا کی مرتکب
انی قد زنیت فطھرنی	ہوئی ہوں، مجھے پاک کر دیجیے!" مگر
وانہ ردھا فلما کان	آپؐ نے اُسے واپس لوٹا دیا۔ پھر وہ
الغد قالت یا رسول اللہ	دوسرے روز بھی آئی اور کہنے لگی "اے
لم ترددنی لعلک ان ترددنی	اللہ کے رسولؐ مجھے آپؐ کیوں ٹالنا چاہتے
کما رددت ماعزاً	ہیں، کیا آپؐ ماعز کی طرح مجھے ٹالنا
فواللہ انی لحبلی	چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں زنا سے
قال امّا لا فاذھبی	حاملہ ہوں"، حضورؐ نے فرمایا "اچھا اگر
حتی تلدی فلما	نہیں مانتی تو ابھی چلی جا اور وضعِ حمل
ولدت اتتہ بالصبی	کے بعد آنا"، وہ بچہ جننے کے بعد اسے
فی خرقۃ قالت	کپڑے میں لپیٹ کر پھر حاضر ہو گئی
ھذا قد ولدتہ	اور کہنے لگی: "یہ ہے وہ بچہ جو میں نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال اذهبي فارضعيه حتى تفطميه فلما فطمته اتته بالصبي في يده كسرة خبز فقالت هذا يا نبي الله قد فطمته وقد اكل الطعام فدفع الصبي الى رجل من المسلمين ثم امر بها فحفرلها الى صدرها وامر الناس فرجموها...

جنا ہے۔" حضورؐ نے فرمایا" ابھی جا اور اسے دودھ پلاتی رہو اور اس کے دودھ چھوٹنے کے بعد آنا۔" پھر جب وہ دودھ چھٹانے کے بعد آئی تو بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ کہنے لگی:" اے اللہ کے نبیؐ! اب اس کا دودھ چھوٹ گیا ہے اور دیکھئے اب یہ روٹی کھاتا ہے۔" آپ نے بچے کو اُس کی پرورش کے لیے ایک اور مسلمان کے حوالے کیا پھر آپ کے حکم سے اس عورت کے سینے کے برابر گڑھا کھودا گیا اور پھر اُسے اُس میں ڈال کر سنگسار کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی)

اس واقعۂ رجم سے یہ ظاہر ہے کہ:

۱۔ یہ عورت اپنے جرم کی اطلاع بھی خود آکر دیتی ہے اور خود ہی جرم کا اعتراف بھی کرتی ہے۔

۲۔ حضورؐ اسے ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ سزا سے بچ جائے مگر اس عورت کو حضورؐ کی یہ کوشش پسند نہیں۔

۳۔ اس عورت کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اسے سنگسار کر دیا جائے گا اس لیے کہ ماعز کے رجم کا واقعہ اس کے سامنے ہوا تھا اس کے باوجود وہ سزا سے بچنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مواقع سے فائدہ نہیں اٹھاتی بلکہ اُلٹا سزا چاہتی ہے تاکہ اس کے ذریعے وہ دنیا ہی میں اپنے گناہ سے پاک ہو جائے اور قیامت کو اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمندہ نہ ہو۔

غامدیہ کا واقعہ رجم بھی اپنی پوری تفصیل سے ہمارے سامنے ہے کیا یہ سارا کردار ایک غنڈی اور بدمعاش عورت کا نظر آتا ہے؟ کیا اس واقعہ میں کہیں بھی "غنڈہ گردی" کی بُو پائی جاتی ہے جس کا احساس آج چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد ایک "عالمِ دین" کو ہو رہا ہے؟ اور کیا آج یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ماعز کے ساتھ ساتھ جن دوسرے لوگوں کو عہدِ نبوی میں رجم کی سزا ملی وہ سب کے سب ماعز کی طرح "غنڈے" اور "بدمعاش" تھے اور ان سب کو آیتِ حرابہ کے تحت بطورِ تنکال رجم کیا گیا۔

ان کنت لا تدری فتلک مصیبة وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

و۔ مولانا صاحب کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کہ عہدِ رسالت میں ماعز کے علاوہ جن دوسرے لوگوں کو رجم کی سزا دی گئی وہ (معاذ اللہ) سب کے سب غنڈے تھے اگرچہ ان کے مقدمات کی صحیح نوعیت بھی مولانا صاحب کے علم میں نہیں آئی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ شق ہ میں ہم حدیثِ عسیف کا واقعہ نقل کر آئے ہیں۔ اس میں ایک شادی شدہ عورت کے رجم کا حال بیان ہوا ہے۔ کیا اس حدیث کو پڑھنے کے بعد ایک عام قاری بھی سمجھتا ہے کہ وہ عورت کوئی "غنڈی" اور پیشہ ور بدمعاش تھی؟ کیا اس کا جرم صرف یہ نہیں تھا کہ وہ ایک عورت شادی شدہ تھی اور شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرنے کے جرم میں اسے رجم کیا گیا؟ مگر مولانا صاحب کو ایک طرف تو مقدماتِ رجم کی تفصیلات نہیں ملتیں دوسری طرف انہوں نے رجماً بالغیب یہ فتویٰ بھی دے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا ہے کہ عہد نبویؐ کا ہر وہ شخص جسے رجم کیا گیا نہایت "بدخصلت مغنڈہ" تھا۔ ہم مولانا صاحب کو صرف قرآن کی یہ آیت یاد دلائیں گے کہ:۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝	اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تمہیں علم نہیں۔ بلاشبہ کان، آنکھ اور دل کے بارے میں باز پرس ہو گی۔

(بنی اسرائیل ۳۶)

ز۔ مولانا صاحب کا یہ دعویٰ محتاج دلیل ہے کہ مدینہ میں اسلامی حکومت قائم ہو جانے کے بعد بھی بعض پیشہ ور زانی مرد اور زانیہ عورتیں موجود رہے جو باوجود تنبیہ کے باز نہیں آئے اور جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بدمعاشی پر رجم کی سزا دی تھی حدیث کی کسی کتاب یا کسی معتبر تاریخ میں ہمیں اس "تحقیقِ انیق" کا کوئی سُراغ نہیں ملا۔

مولانا صلاحی کا فکری تضاد — اپنی تحریروں کے آئینہ میں

مے باقی و ماہتاب باقیست ما را بتو صد حساب باقیست

یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ مولانا اصلاحی صاحب شادی شدہ زانی کے لیے حدِ رجم کا کبھی اقرار کر لیتے ہیں اور کبھی اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ ایک ہی چیز کا اقرار و انکار ان کے ہاں ایک کھلا فکری تضاد ہے۔

انہوں نے شادی شدہ زانی کے لیے حدِ رجم ہونے کا انکار سورہ نور کی تفسیر لکھتے ہوئے یوں کیا ہے۔

"عام سزا زنا کی وہی ہے جو سورہ نور کی زیرِ بحث آیت میں مذکور ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قطع نظر اس سے کہ مرتکب جرم شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ:

(تدبر قرآن جلد چہارم ص ۵۰۵)

اس مقام پر انہوں نے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں قسم کے زانیوں کیلیے ایک ہی سزا۔ (سو کوڑوں کی سزا) مانی ہے یعنی شادی شدہ زانی کے لیے الگ سے حد رجم واجب ہونے کا انکار کر دیا ہے۔ مگر اپنی تفسیر کے ایک اور مقام پر انہوں نے زنا کی ایک خاص شکل پر رجم کے ایک معین سزا ہونے کا اقرار کر لیا ہے مولانا سورہ انعام کی آیت ۱۵۱ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ"

ہر جان بجائے خود محترم ہے اسی وجہ سے اس کی صفت الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ۔ (جس کو اللہ نے حرام ٹھہرایا)۔ وارد ہوئی اس سے مستثنیٰ صرف وہ جان ہے۔

جو کسی حق شرعی یا بالفاظ دیگر قانون کے تحت مباح الدم قرار پا جائے مثلاً کسی پر قصاص عائد ہو یا وہ اللہ و رسول کے خلاف بغاوت کے لیے اٹھ کھڑا ہو یا زنا کی اس شکل کا مرتکب ہوا ہو جس پر رجم کی سزا ہے۔ اس قسم کے حق شرعی و قانونی کے بغیر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے" (تدبر قرآن جلد دوم ص ۵۷۷)

اس جگہ جس حدیث کی انہوں نے ٹھیک ٹھیک ترجمانی کر دی ہے اور جس کے نقل کرنے میں انہوں نے شاید کچھ شرم محسوس کی ہے، اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:-

عن عائشة رضی الله عنها، قالت، قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی مسلمان کا خون

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" لا یحل دم امرئ مسلم یشهد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ، الا باحدی ثلاث: رجل زنی بعد احصان فانہ یرجم، رجل خرج محاربا للہ ورسولہ فانہ یقتل او یصلب او ینفی من الارض، او یقتل نفسا فیقتل بھا۔

(ابوداؤد۔ کتاب الحدود)

مباح نہیں ہے جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں، مگر تین صورتوں میں اس کا خون مباح ہو جاتا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرے، اس پر اسے رجم کیا جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے بغاوت کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا یا اسے پھانسی دی جائے گی یا اسے جلاوطنی کی سزا ملے گی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ کسی اور کو قتل کر دے تو اس پر اُسے بھی (قصاص کے طور پر) قتل کر دیا جائے۔

اقتباس مذکور سے ظاہر ہے کہ مولانا صاحب نے جس سزائے رجم کو زنا کی ایک خاص شکل کے لیے حق شرعی و قانونی مانا ہے۔ اس کا تعلق "اللہ و رسولؐ کے خلاف بغاوت" کے جرم سے نہیں ہے کیونکہ اسے انہوں نے جرم بغاوت کے حق شرعی سے الگ ایک دوسرے حق شرعی کے طور پر بیان کیا ہے جیسا کہ حدیث کے مضمون سے بھی واضح ہو۔

مگر اس کے بعد مولانا صاحب نے "اللہ و رسولؐ کے خلاف بغاوت اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محاربے والی سورہ مائدہ کی آیت ۳۳ ہی سے سزائے رجم کا استنباط کیا ہے اور اس استنباط کا ماخذ "اَنْ یُّقَتَّلُوْا" کے الفاظ کو قرار دیا ہے۔ اسی آیتِ حرابہ کی تفسیر میں وہ خود لکھتے ہیں کہ:

"رجم یعنی سنگسار کرنا بھی ہمارے نزدیک "تقتیل" میں داخل ہے۔"

(تدبر قرآن، جلد دوم ص ۲۷۸)

پھر سزائے رجم کے اثبات میں انہوں نے اپنی بحث کا خلاصہ یوں پیش کیا ہے:

"جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن میں رجم کی سزا کا کوئی ذکر نہیں ہے، ان کا خیال بالکل غلط ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ سزا ہر قسم کے زانیوں کے لیے نہیں ہے بلکہ صرف ان زانیوں کے لیے ہے جو معاشرے کے عزت و ناموس کے لیے خطرہ بن جائیں۔ عام سزا زنا کی وہی ہے جو سورۂ نور کی زیر بحث آیت میں مذکور ہے، قطع نظر اس سے کہ مرتکب جرم شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ البتہ اگر کوئی شخص اس سزا سے قابو میں نہیں آ رہا ہے یا ایک آفت کی شکل اختیار کر چکا ہے تو حکومت اس کو بطور نکال رجم بھی کرا سکتی ہے۔ یہ چیز قرآن سے ثابت ہے۔ (تدبر قرآن، جلد چہارم ص ۵۰۵)

اس طرح مولانا صاحب رجم کی سزا کو شادی شدہ زانی کے لیے معین سزا نہیں مانتے بلکہ اس کو غنڈوں، بدمعاشوں، معاشرے کے عزت و ناموس کے لیے خطرہ یا آفت کی شکل کے مجرموں کے لیے ایک "تعزیر" کے طور پر مانتے ہیں اور اس کا ثبوت آیتِ حرابہ (سورہ مائدہ کی آیت ۳۳) میں بیان کی گئی چار تعزیری سزاؤں میں سے ایک سزا "اَنْ یُّقَتَّلُوْا" کی تفسیر بیان کر کے دیتے ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اس سزائے رجم کو سورۂ نور کی آیتِ جلد سے ایک غیر متعلق چیز بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"وہ (فقہاء) ماعز کے واقعہ رجم کو ایک عام قسم کا کیس سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ نکال کا معاملہ ہے جس کا حکم سورۂ نور کی مذکورہ بالا آیت (۲۴) میں بیان ہوا ہے۔ اس کا کوئی اثر سورہ نور کی زیرِ بحث آیت پر نہیں پڑتا۔" (تدبر قرآن، جلد چہارم ص ۵۰۶)

پھر یہ امر بھی پیشِ نظر رہے کہ رجم سمیت آیتِ حرابہ (مائدہ ۳۳) میں مذکور چاروں سزائیں مجرم کے قبل از گرفتاری توبہ و اصلاح کر لینے سے معاف بھی ہو جاتی ہیں۔ مگر شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی حد ناقابلِ معافی ہے اور وہ بہرحال نافذ ہوتی ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مولانا صاحب کے خیال میں رجم کی سزا اللہ و رسولؐ کے خلاف بغاوت و محاربہ کے حکم میں داخل ہے اور جب وہ اس حکم سے الگ جرم زنا پر سزائے رجم کو ایک حق شرعی مانتے ہیں تو دراصل شادی شدہ زانی کے لیے حدِ رجم کا اقرار کر لیتے ہیں جیسا کہ ان کے اقتباس سے ظاہر ہے اور جو درحقیقت ایک حدیث مذکور ہی کی ترجمانی ہے۔

اسی طرح مولانا صاحب اپنی کتاب "حقیقتِ دین" میں جرم زنا کے لیے رجم کے ایک حدِ شرعی ہونے کا اقرار کر لیتے ہیں۔ وہ تکفیر کی بحث کرتے ہوئے شرعی سزاؤں اور ان کے نفاذ کی شرائط کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"تکفیر کا اصلی مفہوم تو یہ ہے کہ کسی شخص کو مرتد قرار دے کر اس کو وہ سزا دے دی جائے جو اسلام میں ارتداد کے لیے مقرر ہے۔ یہ سزا ایک صالح اور بااختیار جماعت اپنے اندر کے ان افراد کو دیتی ہے جو اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی دعوت اور اس کے نظام کے بنیادی اصولوں سے علانیہ اور دیدہ دانستہ بغاوت کرتے ہیں۔ اس سزا کے نفاذ کے لیے شرط ہے کہ ایک جماعت موجود ہو جو صالح ہو۔ ایک غیر صالح جماعت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کو غیر صالح قرار دے۔ دوسری طرف یہ ہے کہ وہ جماعت بااختیار ہو۔ کوئی بے اختیار جماعت تعزیرات و حدود کے اجراء کا حق نہیں رکھتی۔ تیسری شرط یہ ہے کہ ایک صالح جماعت کے قیام سے ماحول ایسا بن چکا ہو کہ وہ منکرات و معاصی کے لیے سازگار نہ رہ گیا ہو اور خدا کے بندوں پر دین کی حجت تمام کرنے اور حق کی توضیح کے ضروری وسائل بر سرکار ہوں۔ بغیر اس کے نہ چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جا سکتی ہے، نہ زانی کو سنگسار کیا جا سکتا ہے، نہ شراب پینے والے کو کوڑے مارے جا سکتے ہیں یہاں تک کہ اگر ایک صالح و بااختیار جماعت برسر اقتدار بھی ہو اور وقت کی مذہبی فضا بھی ایسی ہو کہ جرائم کے لیے اخلاقی رکاوٹیں موجود ہوں لیکن عارضی سبب سے جرم کے محرکات پیدا ہو جائیں تو اس جرم کی شرعی سزا حکومت جاری نہیں کرے گی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑ گیا اور آپ کی انتہائی کوشش کے باوجود ملک کا معاشی توازن قائم نہ رہ سکا تو آپ نے حالات کی درستگی تک کے لیے چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا ملتوی کر دی۔" (حقیقتِ دین، ص ۱۴۵)

مولانا صاحب کے اس بیان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ان کی رائے میں جس طرح چوری پر قطع ید ایک شرعی سزا ہے اسی طرح زنا کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جرم پر سنگسار کرنا اور شراب نوشی کی پاداش میں کوڑے مارنا بھی شرعی سزائیں ہیں ۔ بلکہ مولانا صاحب اگر معاف فرمائیں تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اُن کے اصل الفاظ سے کوئی شخص یہ نتیجہ اخذ کرنے میں بھی حق بجانب ہے کہ ان کے خیال میں ہر قسم کے مرتکبِ زنا کی شرعی سزا رجم یعنی سنگساری ہی ہے ۔

اپنے اصُولوں ہی کے خلاف مولانا اصلاحی صاحب نے مسئلہ رجم میں اپنے بعض اصولوں کا خُون بھی کیا ہے اور وہ پھر اسی بڑی کمزوری ، جسے انہوں نے فقہاءِ کرام کے نام منسوب کیا ہے کیا ہے کہ :

" ہمارے فقہاء میں یہ بڑی کمزوری ہے کہ جب وہ اپنے حریف سے مناظرہ پر آتے ہیں تو جو اینٹ پتھر انہیں ہاتھ آجائے وہ اس کے سر پر دے مارتے ہیں ۔ پھر یہ نہیں دیکھتے کہ اس کی زد خود دین پر کہاں تک پڑتی ہے "
(تدبر قرآن جلد چہارم ص ۵۰۴)

کا شکار خود ہو گئے ہیں ۔

مثال کے طور پر وہ اس نظریے کے خلاف کہ " مذہب میں کسی ایک مسئلہ پر ائمہ کا اتفاق بھی غلطی سے مُبرا نہیں ہو سکتا " بحث کا آغاز کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" مذہب میں یہ غلطی اگر ہو سکتی ہے تو وحی کی یقینیات میں نہیں بلکہ حالات پر اس کے انطباق میں ہو سکتی ہے اور وہ بھی اس دائرے میں نہیں جس دائرہ میں انطباق کا یہ کام خود صاحبِ وحی یعنی پیغمبر نے انجام دیا ہو بلکہ صرف اس دائرے میں ہو سکتی ہے جہاں یہ کام غیر معصوم انسانوں نے انجام دیا ہو "
(عائلی کمشن رپورٹ پر تبصرہ ص ۵۷)

ہم نے باب ۴ میں وہ تمام احادیث نقل کر دی ہیں جن میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے شادی شدہ زانی پر حدِ رجم نافذ کی ہے اور جن میں رجم کی علت یا مناطِ حکم محض زانی کے ارتکابِ زنا کے ساتھ ساتھ اس کا محصن یعنی شادی شدہ ہونا بیان ہوا ہے۔ اگر مولانا صاحب کے نزدیک پیغمبرانہ انطباق میں کوئی غلطی نہیں ہو سکتی اور یقیناً نہیں ہو سکتی تو پھر زانی محصن کے لیے حدِ رجم کے واجب ہونے میں بھی کسی غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے۔

۲۔ مولانا اصلاحی صاحب نے حدِ رجم کے سلسلے میں اپنے جس دوسرے اصول کا لحاظ نہیں رکھا، وہ یہ ہے۔

"احادیث پر غور کرنے سے پہلے احادیث کے متعلق ایک اصولی حقیقت پیشِ نظر رکھنی چاہیے وہ یہ کہ جس طرح اللہ کے رسولوں کے درمیان تفریق ناجائز ہے، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کسی پر ایمان لائیں اور کسی کا انکار کر دیں۔ جس طرح قرآن کی آیتوں میں فرق کرنا حرام ہے ہم کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کے کچھ حصّے کو حجت و استدلال کے لیے اختیار کریں اور کچھ کو چھوڑ دیں، اسی طرح یہ بات بھی بالکل ناجائز ہے کہ رسول کے اقوال و ارشادات میں کسی کو ہم اپنے عمل یا استدلال کے لیے اختیار کر لیں اور کچھ کو نظر انداز کر دیں۔ ان تمام صورتوں میں بعض کو چھوڑنا سب کو چھوڑنے کے ہم معنی ہے اور نہایت بے وقوف ہے وہ مسلمان جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعلیمات میں اس طرح کی تقسیم کرتا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس طرح کا تفریق و تقسیم کا فتنہ آج عام ہے۔" (حقیقتِ دین ص ۳۳۴)

ہمارے خیال میں مولانا صاحب بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعلیمات میں "تفریق و تقسیم کے اسی فتنہ میں مبتلا ہوئے ہیں جس پر انہوں نے کفِ افسوس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملا ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے بھی رجم سے متعلق احادیث و روایات کے ساتھ "تفریق و تقسیم" کا یہی حربہ استعمال کیا ہے۔ اس بارے میں کتنی ہی احادیث ہیں جن میں شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی حد بیان ہوئی ہے۔ مگر "دانا" صاحب نے ان سب سے اعراض کیا ہے اور اپنے حجت و استدلال کے لیے کچھ کو اختیار کیا اور کچھ کو چھوڑ دیا ہے[1]

مگر اس سب کچھ کے باوجود ہم اُن کو "بے وقوف" کہنے کی جسارت نہیں کر سکتے۔ ع

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے؟

۳۔ مولانا صاحب نے رجم کے معاملے میں اپنے جس تیسرے اصول کی خلاف ورزی کی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اجماعِ اُمت کو حجتِ شرعی مانتے اور کسی مسلمان کے لیے اس کی مخالفت کرنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں:

"اجماع اجتہاد کی سب سے اعلیٰ قسم ہے۔ کسی اجتہاد پر اجماع ہو جانے کے بعد اس کی حیثیت صرف ایک رائے کی نہیں رہ جاتی بلکہ وہ شریعت کے نصوص کی طرح ایک حجتِ شرعی بن جاتا ہے جس کی مخالفت کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے۔"

(اسلامی قانون کی تدوین ص ۶۰، طبع دوم ۱۹۷۶ء)

مگر رجم کے باب میں انہوں نے نہ صرف یہ کہ اس ایک اجماعی امر سے انکار کیا ہے بلکہ سنت کی اس نصِ صریح کی مخالفت بھی کر ڈالی ہے جس کے بارے میں اُن کی رائے یہ ہے کہ تعلیمِ پیغمبر عین تعلیمِ الٰہی ہے۔

"پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم عین اللہ تعالیٰ کی تعلیم ہے۔"

(تدبّرِ قرآن جلد اوّل زیرِ تفسیر آیت ۲۳۹ سورہ بقرہ)

---

[1] ۔ ان بعض احادیث ہم نے باب ۴ میں بیان کر دی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ مولانا صاحب کا چوتھا اصول جسے انہوں نے مسئلہ رجم کی بحث میں بھلا دیا ہے، یہ ہے کہ:

"اجتہاد سے کام اس صورت میں لیا جائے گا جب کتاب و سنت کے نصوص میں کوئی راہ نمائی نہ ملے۔"

(اسلامی قانون کی تدوین ص ۳۲)

مگر رجم کی بحث میں انہوں نے سنت کے نصوص کی موجودگی میں بھی اجتہاد فرمایا ہے اور رجم کی سزا کو زنا بالجبر، غنڈہ گردی، بدمعاشی اور زنا کے پیشے کی سزا قرار دیا ہے قطع نظر اس سے کہ زانی شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ۔

چنانچہ وہ اپنے "اجتہاد" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"رجم یعنی سنگسار کرنا بھی ہمارے نزدیک "تقتیل" کے تحت داخل ہے اس وجہ سے وہ گنڈے اور بدمعاش جو شریفوں کے عزت و ناموس کے لیے خطرہ بن جائیں، جو اغوا اور زنا کو پیشہ بنالیں، جو دن دہاڑے لوگوں کی عزت و آبرو پر ڈاکے ڈالیں اور کھلم کھلا زنا بالجبر کے مرتکب ہوں ان کے لیے رجم کی سزا اس لفظ کے مفہوم میں داخل ہے۔ رجم کے باب میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کے درمیان ہماری فقہ (در اصل سنت) میں جو فرق کیا گیا ہے اس پر انشاء اللہ ہم سورہ نور کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ بحث کریں گے۔"

(تدبر قرآن جلد دوم ص ۲۷۸ زیر تفسیر آیت ۳۳ سورہ مائدہ)

اور پھر سورۂ نور کی آیت جلد (۲) میں انہوں نے اپنے قیاس کا گھوڑا یوں دوڑایا ہے:

"عام سزا زنا کی وہی ہے جو سورۂ نور کی زیر بحث آیت میں مذکور ہے، قطع نظر اس سے کہ مرتکب جرم شادی شدہ ہے یا غیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شادی شدہ۔" (تدبر قرآن جلد چہارم ص ۵۰۵)

"کوئی زانی کنوارا ہو یا شادی شدہ دونوں کی اصل سزا تو جلد (تازیانہ) ہی ہے۔" (حوالہ مذکور ص ۵۰۷)

مولانا صاحب کا یہ اجتہاد سنت کے اُن نصوص کی موجودگی میں برآمد ہوا ہے جن کی رُو سے شادی شدہ زانی کے لیے حدِ رجم واجب ہے اور جن کی تفصیل ہم نے باب ۴ میں بیان کر دی ہے۔

زانی محصن کے لیے حدِ رجم کا انکار کرتے ہوئے مولانا اصلاحی صاحب کو اپنی رائے کی تائید میں پوری امت سے صرف خوارج کا گروہ ہاتھ آیا ہے فقہاء کرام نے ازروئے سنت آیت جلد میں زانی محصن کی جو تخصیص مانی ہے اس کے بارے میں مولانا صاحب نے اپنی رائے کی تائید کے لیے خوارج کا یہ مؤقف بیان کیا ہے۔

"چنانچہ خوارج اس نسخ یا تخصیص کو نہیں مانتے، وہ رجم کا انکار کرتے ہیں اور اس حد کو جو آیت میں مذکور ہوئی ہے، ہر قسم کے زانیوں کے لیے عام مانتے ہیں۔" (تدبر قرآن، جلد چہارم ص ۵۰۱)

مگر تاریخ اسلامی کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ یہ گروہ کس قدر آثار کی پسندی، غلو فی الدین اور دینی بے بصیرتی کا حامل تھا۔ خود مولانا اصلاحی صاحب کی رائے میں بھی یہ گروہ اس اُمت کے اندر دوسرے فتنوں کی طرح ایک فتنہ تھا اپنی کتاب "مبادئ تدبر قرآن" میں مولانا صاحب لکھتے ہیں کہ:

"قرآن فتنوں کو مٹانے کے لیے آیا تھا، فتنوں کو اُبھارنے اور ان کو غذا دینے کے لیے نہیں آیا تھا، لیکن یہ ایک عجیب حقیقت ہے کہ ماضی میں بھی اور آج بھی جتنے فتنے اُٹھے یا اُٹھ رہے ہیں وہ سب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن ہی کی آڑ لے کر نمودار ہوئے ——— خوارج اپنے گمان کے مطابق قرآن مجید ہی کے سہارے اُبھرے، باطنیوں کے تمام استدلالات کی بنیاد ان کے خیال میں قرآن مجید ہی پر ہے۔ بابیوں اور بہائیوں نے جو کچھ کہا، اپنے زعم کے مطابق قرآن مجید ہی سے کہا۔ قادیانیوں کی نبوت کی اساس ان کے دعوے کے مطابق قرآن مجید ہی پر ہے اور چکڑالوی تو قرآن کے سوا کچھ بولتے ہی نہیں۔"

(مبادیٔ تدبر قرآن، از مولانا امین اصلاحی، ص ۲۰ تا ۲۱، لاہور ۱۹۷۱ء)

مزید برآں، اسی فرقۂ خوارج کے بارے میں مولانا صاحب کے دو ارشادات بلا تبصرہ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:

۱۔ "قدیم خوارج اس اعتبار سے غنیمت تھے کہ وہ صرف رجم کے مُنکر تھے، جلد کے منکر نہ تھے۔" (تدبر قرآن جلد چہارم ص ۵۰۱)

۲۔ "یہ بات بالبداہت معلوم ہے کہ رجم کی سزا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض مجرموں کو دی اور خلفائے راشدین نے بھی دی۔ جو لوگ اس امرِ واقعی کا انکار کرتے ہیں وہ ہر چیز کا انکار کر سکتے ہیں۔"

(حوالہ مذکور ص ۵۰۳)

الغرض جو گروہ سزائے رجم کے ایک "امرِ واقعی" کا منکر بھی ہے اور جسے مولانا صاحب امت کے فتنوں میں سے ایک فتنہ بھی قرار دیتے ہیں۔ اسی فرقۂ ضالہ کو مولانا صاحب نے اپنے معاملے میں بطورِ شاہدِ عادل بھی پیش کر دیا ہے۔ اور اپنی "اجتہادی ہٹ" میں آ کر اُسی کمزوری میں مبتلا ہو گئے ہیں جس کمزوری کا الزام انہوں نے فقہائے اسلام پر لگایا ہے کہ:

"ہمارے فقہاء میں یہ بڑی کمزوری ہے کہ جب وہ اپنے حریف سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناظرہ پر آتے ہیں تو جو اینٹ پتھر انہیں ہاتھ آجائے وہ اس کے سر پر دے مارتے ہیں۔ پھر یہ نہیں دیکھتے کہ اس کی زد خود دین پر کہاں پڑتی ہے۔" (تدبر قرآن جلد چہارم ص ۵۰۳)

ہماری رائے میں اس طرح کے ڈھیروں فکری تضادات کسی شخص کی ذاتی انانیت کے لیے تو باعثِ تسکین ہو سکتے ہیں مگر اللہ کی شریعت میں ان کی وقعت پرِ کاہ بھی نہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

اقبالؒ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منتخب فہرستِ مآخذ

قرآن مجید

۱: تفاسیرِ قرآن

احکام القرآن	ابن العربی	قاہرہ	۱۹۵۸ء
احکام القرآن	ابوبکر الجصاص	قاہرہ	۱۳۴۷ھ
الجامع الاحکام القرآن (قرطبی)	ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبیؒ	قاہرہ	۱۹۶۷ء
انوار التنزیل	قاضی بیضاوی		
تدبرِ قرآن	مولانا امین احسن اصلاحی		
تفسیر القرآن العظیم	حافظ ابن کثیرؒ	مصر	۱۹۳۹ء
تفہیم القرآن	ابوالاعلیٰ مودودیؒ	لاہور	
تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباسؓ	طاہر محمد بن یعقوب فیروزآبادی	مصر	۱۹۵۴ء
جلالین	جلال الدین محلیؒ و جلال الدین سیوطیؒ	مصر	۱۹۵۴ء
خازن	علاؤالدین بغدادیؒ	قاہرہ	۱۳۰۶ھ
روح المعانی	علامہ آلوسیؒ	بیروت	
طبری	ابن جریر طبریؒ	قاہرہ	۱۹۵۷ء
فتح القدیر	امام شوکانیؒ	قاہرہ	
فی ظلال القرآن	سید قطبؒ	قاہرہ	
کاشف	محمد جواد مغنیہ	بیروت	۱۹۶۸ء
کشاف	جاراللہ محمود زمخشریؒ	قاہرہ	۱۹۴۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجمع البیان فی تفسیر القرآن	شیخ ابو علی طبرسی	
مدارک	علامہ حافظ الدین نسفیؒ	
مراغی	احمد مصطفےٰ مراغی	قاہرہ ۱۹۴۶ء
مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	حیدرآباد (دکن) ۱۳۵۷ھ
معارف القرآن	مفتی محمد شفیعؒ	کراچی
معالم التنزیل	امام بغویؒ	
مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)	امام فخر الدین رازیؒ	
مواہب الرحمٰن	سید امیر علیؒ	لکھنؤ ۱۹۳۷ء
نسفی	عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی	قاہرہ

ب: کتبِ احادیث و علوم حدیث

الاستیعاب	ابن عبد البرؒ	قاہرہ ۱۹۳۹ء
الاصابہ فی تمییز الصحابہ	حافظ ابن حجرؒ	مصر ۱۹۳۹ء
تذکرۃ الحفاظ	امام ذہبیؒ	حیدرآباد (دکن) ۱۹۳۳ء
سُنن ابن ماجہ		
سُنن ابی داؤد		
سُنن الترمذی		
سُنن الدارمی		
سُنن نسائی		
شرح صحیح مسلم	امام نوویؒ	
صحیح بخاری		

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح مسلم

فتح الباری — ابن حجر عسقلانیؒ — قاہرہ — ۱۳۴۸ھ

مسند احمد بن حنبل

مؤطا — امام مالکؒ

میزان الاعتدال — امام ذہبیؒ — مصر — ۱۹۶۳ء

ج: کُتب فِقہ

الفروع من الکافی — ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی

الفقہ علی المذاہب الاربعہ — عبدالرحمٰن الجزیریؒ — مصر — ۱۹۳۸ء

الہدایہ — برہان الدین مرغینانی — مصر — ۱۹۳۶ء

المبسوط — شمس الدین السرخسیؒ — مصر — ۱۳۳۱ھ

المحلّٰی — امام ابن حزم ظاہریؒ — دمشق — ۱۳۴۸ھ

المدوّنۃ الکبریٰ

المغنی — محمد بن قدامہؒ — مصر — ۱۳۴۸ھ

بدایۃ المجتہد — علامہ ابن رشدؒ — مصر — ۱۳۴۸ھ

حجۃ اللہ البالغہ — شاہ ولی اللہؒ

شرائع الاسلام — جعفر بن حسن بن زکریاؒ

کتاب الاُمّ — امام شافعیؒ — مصر — ۱۹۸۱ء

د: کُتب اُصولِ فِقہ

اصول الدین — ابو منصور عبدالقاہر بغدادیؒ — دہلی

اصول الشاشی — نظام الدین الشاشی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُصول الفقہ	امام خضریؒ	مصر	۱۹۳۳ء
الاحکام فی اصول الاحکام	ابن حزمؒ	مصر	۱۳۴۷ھ
الاعتصام	ابو اسحاق شاطبیؒ	قاہرہ	۱۲۹۵ھ
الرسالہ	امام شافعیؒ	قاہرہ	۱۹۴۰ء
کتاب التحریر			
موافقات			

ھ کُتبِ تاریخ

البدایہ والنہایہ	حافظ ابنِ کثیر	مصر	
الکامل فی التاریخ	ابن الاثیرؒ	مصر	۱۳۵۶ھ
تاریخ ابنِ خلدون			
تاریخ الامم والملوک			
سیرت النبیؐ	شبلی نعمانیؒ	اعظم گڑھ	۱۹۵۳ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتبۂ قرآنیات کی اوّلین پیشکش

قرآن سے ایک انٹرویو

از

محمد رفیق چودھری

- سوال و جواب کے طرز پر قرآنی تعلیمات کا خلاصہ۔
- ہر جواب کا حوالہ، سُورت اور آیت نمبر کے ساتھ۔
- زندگی کے ہر شعبے سے متعلّق قرآنی ہدایات کا مجموعہ۔
- قرآنی معلومات کا ایک مختصر دائرۃ المعارف۔
- سلیس اور شگفتہ زبان، نادر اسلُوب اور دل نشیں پیرائیہ بیان۔

• دوسرا ایڈیشن • صفحات ۱۳۶ • ہدیہ دس روپے پچاس پیسے

www.KitaboSunnat.com

ملنے کا پتہ

مکّہ بُکس، ۵ بخشی سٹریٹ متّصل اردو بازار
لاهور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مکتبہ بکس کی اپنی مطبوعات

اسلامی تاریخ کے اہم ترین موضوع پر دورِ حاضرہ کی سب سے اہم، مستند اور مقبول ترین کتاب جو اپنے موضوع پر تحقیقی اور منفرد اندازِ نظر کا ایک شاہکار ہے۔

رحماء بینھم

حصہ اول ۵۰ روپے، حصہ دوم ۳۰ روپے
حصہ سوم ۳۰ روپے حصہ چہارم ۴۰ روپے
کامل سیٹ براہ راست طلب کرنے پر: ۱۳۰ روپے

از: مولانا محمد نافع صاحب!

مسئلہ اقربا نوازی

(حصہ چہارم .... رحماء بینھم) قیمت ۴۰ روپے

تامنی کورس میں منظور شدہ شرح

اسلامی حدود

مولانا سید محمد متین ہاشمی
قیمت: ۳۵ روپے

عام طور پر نماز میں پڑھی جانیوالی سورتوں کی تشریح اور فوائد

آخری سورتوں کی تفسیر

مولانا سید محمد متین ہاشمی ۱۸ روپے

تصوف کے موضوع پر ایک نادر پیش کش

اصطلاحاتِ صوفیہ

حضرت خواجہ شاہ محمد عبد الصمد صاحب فریدی چشتی
۲۴ روپے

آیاتِ قرآنی سے سیرت نگاری

سیرتِ نبوی قرآنی

مولانا عبد الماجد دریا آبادی ۲۵ روپے

تفسیر سورۃ یٰسین شریف

عوام الناس کی سہولت کے لئے آسان تشریح

قرآن سے ایک انٹرویو

جستجو

جناب تحسین فراقی ۲۹/۰۰

سلطانِ ما محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا عبد الماجد دریا آبادی

340
م 131 ح
14505-EU-64